حسب فرمائش خاص عالیجناب مستطاب نواب محمد باقر علیخان صاحب متولی وقف حسین آباد ضلع مونگیر

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ حسینٌ منی وانا من الحسینؑ

سنہ ۱۹۱۴ء

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین

آثار شہادت

یعنی سلسلۂ برکات محرم فنڈ کا پانچواں رسالہ

مؤلفہ

عالیجناب مولانا مولوی رشید محمد ہارون صاحب قبلہ ممتاز الافاضل زنگی پوری

سنہ ۱۳۳۳ھ

سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین
خواجہ اجمیری

سید صغیر حسن شمسی زیدی الواسطی نے مطبع یوسفی دلی میں چھپوا کر شائع کیا

مقاصد برکات محرم فنڈ

(۱) مختلف رسالے بحمائت عزاداری امام حسین مسلمانون میں مفت تقسیم کرنا
(۲) اُن اعتراضات کا مہذب طریقے سے دفاع جو عزاداری پر کئے جاتے ہیں
(۳) بوقت ضرورت و مصلحت کسی موقت الشیوع رسالہ کا اجرا جو ہر گوشہ ملک
عزاداری کی پوری کیفیت و دیگر اُمور متعلقہ "برکات محرم فنڈ" شائع کیا کرے

ضروری ہدائیتں

(۱) چونکہ ہر منصف مزاج مسلمان سیدالشہداعلیہ السلام سے ہمدردی رکھنے
مجبور و مجبول ہے اسلئے یہ مسلمانون کا "مشترکہ فنڈ" ہے:
(۲) ہر مسلمان پر اسکی حمائت ایسی ہی لازم ہے جیسے دیگر دینی اُمور
(۳) ہر وہ مسلمان جو عشرہ محرم میں سیدالشہدا کے نام پر خرچ کرتا ہے اسی میں
کیلئے بھی کوئی حصہ تجویز کرے کیونکہ یہ سیدالشہداعلیہ السلام کی ایک زبردست اعانت
(۴) ہر مسلمان اس کا ممبر ہو سکتا ہے:
(۵) اس فنڈ میں شرکت کرنے والے حضرات کی تقسیم دو طرح پر ہو گی:
(الف) ایک عام معاونین جو بحیثیت چندہ کسی مقدار میں سالانہ عطا فرمائینگے
(ب) دوسرے وہ حضرات جو ایک روپیہ ماہوار کے حساب سے چندہ عنایت
فرمائینگے اور ممبران برکات محرم فنڈ کے نام سے موسوم ہونگے

راقم آثم سید صغیر حسن شمس زیدی الواسطی ایڈیٹر اخبار اثنا عشری منتظم برکات محرم فنڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِلّٰہِ الحمد فی الاولیٰ والآخر والصلوٰۃ علی محمد النبی وعترتہ الطاہرۃ ؛ چونکہ اس زمانہ میں اکثر نفوس شریرہ جنہیں عداوت حسینؑ مظلوم نے مضبوط طور پر جڑ پکڑ لی ہے اس بات پر آمادہ ہیں کہ عزاداری امام شہید کو نقصان پہونچائیں اور اپنی فضول اور غلط تقریروں سے عوام الناس کو دھوکا دیں چنانچہ ہندوستان میں چند آدمیوں مثل اڈیٹر النجم ۔ اڈیٹر الحدیث ۔ اڈیٹر تحریر زن گزشتہ مولوی عبد الہادی فرنگی محلی وغیرہم نے کچھ شورش کر رکھی ہے اگرچہ بے سود ہے مگر پھر بھی بخیال بعض مصالح ضرورت معلوم ہوئی کہ ان حضرات کو سمجھا دیا جائے کہ عزاداری حسینؑ بے اثر اور بے نتیجہ چیز نہیں ہے بلکہ اسمیں بجید فوائد اور حکم ہیں اور بیشمار مصلحتوں پر یہ واقعہ عظیمہ مشتمل ہے لہٰذا ہرگز بند کرنے کے قابل نہیں اور نہ کسی طرح بند ہو سکتی ہے نیز چند احباب کی بھی خواہش ہوئی کہ مولوی عبد الہادی مذکور الصدر نے جو خاص طور پر ایک چند ورقہ مضمون لکھا ہے اس کا جواب بھی لکھ دیا جائے لہٰذا فقیر سید محمد ہارون زنگی پوری نے محض بنظر رفاہ عام و تحصیل ثواب یہ مضمون جس میں بہت سے عجیب نکتے اور مفید مطالب اور نئی باتیں ہیں لکھ کر ہدیہ ناظرین کیا ہے اس میں مولوی عبد الہادی کے رسالہ کا جواب بھی کافی طور پر موجود ہے۔ اگرچہ لفظ بلفظ جواب نہیں دیا گیا ہے کیونکہ اُس میں نقل اقوال علمائے سنیہ اور دعویٰ بدعت کے سوا اور کچھ نہیں ہے لیکن جس قدر بھی مطالب اس رسالہ میں ہیں اُن سب کی رد اس مضمون میں کافی بلکہ وافی موجود ہے یہ فقیر ناظرین سے ملتمس ہے کہ اگر یہ رسالہ پسند آئے تو دعائے مغفرت سے یاد فرمائیں اور اگر سہو و غلط معلوم ہو تو اُس سے مطلع کریں اس رسالہ کے تحریر کی غرض سوائے افادۂ عام کے اور کچھ نہیں ہے خدایا تو اسے قبول فرما اور حسینؑ اور ان کے اب و جد کے سامنے مجھے سُرخرو فرما اور قبر و برزخ و قیامت میں مجھ پر رحم فرما کہ تیری رحمت بہت وسیع ہے اور تیرا کرم بہت عام و تام ؛

احقر محمد ہارون الحسینی زنگی پوری ۹ / شعبان سنہ ۱۳۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوفسطائیون سے تو ہمیں کچھ بحث نہیں جو کہ بدیہی کے بھی قائل نہیں آسمان و زمین اُن کے نزدیک موجود نہیں مشرق و مغرب اُن کے نزدیک موجود نہیں نبات و حیوان کا وجود وہ تسلیم نہیں کرتے لیل و نہار کو وہ نہیں مانتے حتیٰ کہ اپنے وجود کو بھی وہم کہتے ہیں ایسے دماغ والون سے اگر کسی شے کا انکار یا اس کی رد ظاہر ہو تو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ ان لوگون نے تو عدم یقین کو اپنے اصولِ مسلمہ میں داخل کر لیا ہے البتہ اگر بحث ہے تو ان لوگون سے جو چشم و گوش رکھتے اور جو اُن کے مرئیات اور مسموعات کا یقین کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جسے ہمارے ہاتھ نے مس کیا ہے وہ ضرور گرم یا سرد، نرم یا سخت ہے جسکو ہماری آنکھ نے دیکھا ہے وہ ضرور کوئی نہ کوئی رنگ اپنے ساتھ رکھتا ہے جسے ہم نے سُنا ہے وہ ضرور ایسی کوئی آواز ہے جس سے لذت یا الم خوف یا اُمید وغیرہ پیدا ہوتی ہے جسکو ہماری ناک نے سونگھا ہے وہ ضرور خوشبو یا بدبو ہے جو چیز ہماری قوتِ ذائقہ تک پہنچی ہے اس میں کوئی نہ کوئی کیف ضرور ہے محض وہم و خیال نہیں ہے بلکہ انکے وجود اور انکے آثار ضرور کچھ اصلیت رکھتے ہیں انہیں لوگونکی طرف روئے سخن ہے اور ان ہی سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جب دنیا میں لاکھون چیزیں موجود ہیں اور اُنکے آثار کا ہم کو یقین کلی حاصل ہے مثلاً سنکھیا ایک معدنی جسم ہے اور اُس کا اثر ہلاک کر دینا ہے سقمونیا ایک تلخ چیز ہے جس کا اثر اسہال ہے آگ ایک گرم چیز ہے جس کا اثر جلا دینا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ عام چیزون میں تو اُسے تسلیم کیا جائے اور کسی خاص شے کے اثر سے انکار کا پہلو اختیار کیا جائے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانے میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی واقع اور موجود چیز کے وجود یا اس کے اثر سے خواہ مخواہ انکار کرنے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہی نہیں کہ خود ہی انکار کرتے اور اسے جھٹلاتے ہیں بلکہ دوسرون سے بھی اس کے اُمیدوار ہوتے ہیں کہ وہ بھی انکے ہم زبان اور ہمداستان ہو جائیں کیا یہ بات صحیح نہیں کہ واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام جو اعظم

واقعاتِ دُنیا سے ہے اور جس کے شاہد ہزار نہیں بلکہ لاکھ سے زیادہ آنکھ والے ہیں اور جس کی تصدیق بڑے بڑے صاحبانِ چشم وگوش نے کی اُس سے ایک کم ور آدمی نے انکار کر دیا وہ بھی کب جب اُس واقعہ کا اثر دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصۂ زمین پر ہو لیا اور جس وقت کہ عالم کے تمام نفوس مدرکہ و حساسہ نے اُسکو ایسا یقین کر لیا کہ گویا اپنی ہی آنکھون سے دیکھا ہے یا اپنے ہی کانون سے سُنا ہے تو کیا اس شخص کا انکار اہلِ عقل کے نزدیک کچھ بھی وقعت رکھ سکتا ہے ہرگز نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اُدھر سے انکار کی آواز بلند ہوئی اور اُدھر اُس کی تحمیق پر لوگ آمادہ ہو گئے کیونکہ لوگون کو یقین تھا کہ واقعہ شہادت سے انکار کرنے والا عاقل نہیں ہو سکتا بلکہ یا تو کوئی دیوانہ ہوگا یا ایسا سفیہ جو خرد و بد میں تمیز نہ کر سکتا ہوگا۔ عاقل بھلا کیونکر ایسے بدیہی امر کا منکر ہو سکتا ہے اسیطرح بعض لوگون نے یہ رنگ اختیار کیا ہے کہ آدمیون کے دلون پر یہ نقش بٹھاویں کہ حسینی شہادت کا واقعہ ایسا ہی خفیف اور بے وزن ہے جیسے کسی مچھر یا چیونٹی کے کسی جگہ دبکر مر جانے کا واقعہ۔ جس طرح اس کا کوئی اثر قلوبِ ناس پر نہیں پڑتا اوسیطرح واقعۂ شہادتِ امام حسین علیہ السلام کا اثر بھی قلوبِ ناس پر نہ پڑنا چاہیئے مگر اسکو کوئی کیا کر سکتا ہے کہ فطرت کے تقاضے نے مجبور کر دیا ہے کہ تمام عالم کے دل اس سے بغیر متاثر ہوئے نہ رہیں اور جس طرح ہر فصلِ بہار میں پت جھڑ ہو کر نئی کونپلون کا نکلنا اور نئے نئے شگوفون کا کھلنا ضروری ہے جس طرح ہر فصلِ باراں میں تند ہواؤں کا چلنا اور ابرِ غلیظ یا لطیف کا ہوا میں اُٹھکر بلند ہونا اور برسنا ضروری ہے جس طرح ہر سال گرمی کے موسم کے بعد سردی کا آنا اور سردی کی فصل جاکر گرم موسم کا پلٹ آنا ضروری ہے جس طرح ہر زندہ و صحیح آدمی کے واسطے ہر بیداری کے بعد سو جانا اور ہر خواب کے بعد جاگنا ضروری ہے اُسیطرح ہر گیارہ مہینے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ یک بیک عام دلون پر غم کی گھٹا چھا جائے آنکھوں میں آنسوؤں کا دریا بھر جائے کاسہائے چشم آبِ اشک سے لبریز ہو کر چھلکنے لگیں رگون میں دردمندانہ اور غمخوارانہ خون کی جوشش اور اُس کا دوران شروع ہو جائے۔ بشرون پر آثارِ حزن برسنے لگیں اُدھر چاند محرم کا دیکھا نہیں اور اُدھر ایک

بے اختیاری کیفیت عام دلوں پر پیدا نہیں ہوتی چاہے کسی مرتبہ کا کوئی قسی
القلب سخت دل سخت طبع۔ آہن مزاج۔ فولاد خصلت ہو مگر وہ خونِ ناحق جو
سنہ ۶۱ھ میں بلا وجہ اور بے جرم و خطا محض دنیاوی ہوسوں اور فانی آرزوؤں کی
بنیاد پر ریگِ گرم پر دن دہاڑے مجمع عام میں بہایا گیا تھا اپنا اثر دکھائے بغیر
نہیں رہتا اور جو اس میں ذاتی طور پر قوتِ تحریک ہے اُس کے ذریعہ سے ہر دل
میں ہیجان پیدا کئے بغیر نہیں چھوڑتا اگرچہ اُس تحریک سے بعض آنکھیں تو آنسو
بہانے لگتی ہیں اور بعض پتھرا جاتی ہیں جیسے وہ زمین جس کے اندر مادہ جوش
مار رہا ہو جب وہ متحرک ہوتا ہے تو کسی مقام پر پھوٹ کر چشمہ بہنے لگتا ہے اور
کہیں کی زمین صرف شق ہو جاتی ہے اور بعض حصہ اس کا صرف ہلکر رہجاتا ہے
لیکن جوشش مادہ اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی یا جب اساڑھ کا مینہ برستا
ہے تو ہر زمین اُس سے ضرور متاثر ہوتی ہے مگر بعض زمینیں سبزہ و گل اگاتی
ہیں اور بعض میں ردی الاثر گھاس پیدا ہو جاتی ہے یا جس طرح کہ واعظ
جب اپنے مؤثر اور دلدوز کلمات کو سامعین کے کانوں تک پہونچاتا ہے تو
بعض کے دل فوراً اُن سے متاثر ہو کر خوف و خشیتِ خدا کے آثار اپنے اعضا
و جوارح سے ظاہر کرنے لگتے ہیں ہاتھ پاؤں میں رعشہ پڑ جاتا ہے دل کانپنے لگتے
ہیں اور بعض دل سختی سے اُس کا مقابلہ کر کے لغویت کا خطاب دینے لگتے ہیں
یا جیسے قرآن مجید کہ جس وقت مجمع عام میں اسکی تلاوت کیجاتی ہے تو بعضوں پر
ایسا اثر پڑتا ہے کہ اذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا و علی ربہم یتوکلون یعنی
جب ان کے سامنے آیاتِ خدا کی تلاوت کیجاتی ہے تو ان کے ایمان کو
بڑھا دیتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں
جن کے سامنے اگر قرآن کی تلاوت کی جاتی تو تمام نفرت پیدا ہوتی جیسا
کہ پروردگار عالم فرماتا ہے ولقد صرفنا فی ہذا القرآن لیذکروا وما یزیدہم الا
نفوراً یعنی بے شک ہم نے طرح طرح سے بیان کیا ہے اس قرآن میں تاکہ لوگ
نصیحت پکڑیں حالانکہ وہ انکی نفرت کو اور بڑھاتا ہے و اذا ذکرت ربک فی

القرآن وحدہ ولّوا علیٰ ادبارہم نفوراً اور اے رسول جب تو اپنے یکتا پروردگار کا ذکر قرآن میں کرتا ہے تو یہ (کفار) نفرت کرتے ہوئے (اس سے) منہ پھیر لیتے ہیں بعض ایسے ہوتے ہیں جو اسکی آیات کو سن کر ہدایت یافتہ ہو جاتے اور بعض دوسری ضلالت ہی میں بڑھتے جاتے ہیں جیسا کہ پروردگار عالم فرماتا ہے اللہ نزل احسن الحدیث کتاباً متشابھاً مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الیٰ ذکر اللہ ذالک ھدی اللہ یہدی بہ من یشاء ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد۔ اللہ نے نازل کی کتاب متشابہ جس کی آیتیں دوہرائی ہوئی ہیں اس سے خوف خدا کرنے والوں کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر انکی جلدیں اور دل ذکر خدا کی طرف نرم ہوتے ہیں۔ یہ خدا کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے اسے ہدایت کرتا ہے اور جسے پروردگار چھوڑ دے اسکا کوئی ہادی نہیں (کیونکہ وہ خود راہ ضلالت کو اختیار کر رہے ہیں اور کلام خدا کا اثر نہیں قبول کرتے) تو جبکہ عام چیزوں میں یہ حالت ہے کہ وہ اپنا اثر مساوی طور پر ہر شے میں نہیں پہونچا سکتیں بلکہ کسی میں زیادہ ہوتا ہے اور کسی میں کم۔ اور معیار اس کا اس شے کی قابلیت ہے یعنی جتنی اس شے میں اثر قبول کرنے کی استعداد ہے اسی قدر اثر بھی ہوگا اگر استعداد زیادہ ہے تو اثر بھی زیادہ ہوگا اور اگر کم ہے تو کم ہوگا جس طرح آفتاب کے اثر سے بعض زمینوں میں لعل و یاقوت پیدا ہو جاتے ہیں اور بعض میں صرف کنکر پتھر ہی پیدا ہو کر رہ جاتے ہیں بعض میں گندھک اور ابرک بعض میں جست اور رانگہ بعض میں چاندی اور سونا غرض جیسے استعداد زمین میں ہے اور جس قوت کا مادہ اسکے اندر موجود ہے اسی کے موافق حرارت آفتاب اپنا عمل اسپر کریگی کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ بعض چیزوں پر جب دھوپ پڑتی ہے تو اس سے سخت عفونت اور ابخرہ ردیہ اٹھنے لگتے ہیں اور بعض چیزوں سے خوشبوئے خوش دماغ کو معطر کرنے والی پیدا ہو جاتی ہے پس شہادت امام حسین علیہ السلام کا اثر بھی اگر عام قلوب پر یکساں نہیں پڑتا تو کوئی تعجب کی جگہ نہیں۔ کیونکہ تیر اگر لوہے کی دیوار کو نہیں توڑتا اور مٹی کی دیوار سے وار پار ہو جاتا

ہے تو اُس کا قصور نہیں بلکہ اُن دیواروں کی قابلیت پر منحصر ہے جس میں نرمی تھی اُس میں تیر نے اپنا اثر کیا اور جو سخت تھی اُسکو نہ توڑ سکا اسیطرح وہ قلوب جو انتہائی درجہ پر فولادی خاصیت رکھتے ہیں اور سخت ہو گئے ہیں واقعۂ شہادت سے متاثر نہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ثم قست قلوبہم من بعد ذالک فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ۔ کیونکہ یہی انکی استعداد ہے اور یہی انکی قابلیت حالانکہ بہت سے دل اس سے اثر لئے بغیر نہیں رہتے گو انکو فطری طور پر احساس نہو وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار و ان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منہا لما یھبط من خشیۃ اللہ۔ پس جبکہ پتھروں پتھروں میں اس قدر تفرقہ ہے تو دلوں دلوں میں کیوں نہ ایسا ہی تفرقہ ہو گا یہی وجہ ہے کہ علاوہ چند قلوب قاسیہ ور دیدہ ہائے حجریہ کے جنمیں کچھ بھی نرمی کا اثر تھا ان میں واقعۂ شہادت نے اپنا عمل ظاہر کیا اور ایسا ظاہر کیا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں آئینہ حیرت بنگئیں آسمان اس واقعۂ شہادت سے متاثر ہوا ستارے اس سے متاثر ہوئے آفتاب و ماہتاب پر اس نے اثر کیا، پرندوں پر اس نے اثر کیا، درندوں پر اس نے اثر کیا، چرندوں پر اس نے اثر کیا، آدمیوں کو اس نے رُولایا، جنوں کو اس نے نوحہ خوان بنایا فرشتوں کو اس نے بیچین کیا۔ یہانتک کہ زمین کے پتھروں اور کنکروں تک میں اس نے اپنا عمل کرکے دکھلا ہی دیا اور دُنیا پر ثابت کر دیا کہ اس خونِ ناحق سے زیادہ طاقتور دُنیا کی کوئی شئے نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر شئے اپنے اپنے وقتِ ظہور میں کچھ نہ کچھ اثر دکھلاتی ہے لیکن اسی وقت تک جب تک کہ وہ تازہ ہے جب وہ تازگی جاتی رہی وقت گذر گیا کام ختم ہو گیا وہ شئے سامنے سے ہٹ گئی پھر اُس کا اثر قائم نہیں رہتا عام چیزیں تو عام ہی ہیں انکا کیا ذکر خاص خاص چیزوں میں بھی یہی بات ہے آدمؑ کے کلام کا اثر اب کہاں طوفان نوحؑ کا اثر اب کہاں اعجاز موسویؑ کی تاثیر اب کس دل میں باقی ہے مسیحی معجزات کا نتیجہ اب کس جگہ دکھائی دیتا ہے وہ یحیائی خون جو تقریباً پچاس سال تک کوئیں سے اُبلتا رہا اور جس سے دنیا متاثر ہوتی رہی

آج وہ کنواں کہاں ہے اور وہ خون کس جگہ اُبلتا ہے یا اُس کا اثر کسی اِس کیا ممکن ہے ہاں ہاں لیکن اگر کوئی ایسی قوی اور پُر تاثیر چیز دنیا میں ہے جسے کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی جسے کوئی زور ہٹا نہیں سکتا جسپر کوئی جادو چل نہیں سکتا جسے کوئی خواب بُھلا نہیں سکتا جسے کوئی محویت غفلت میں نہیں ڈال سکتی۔ جسے کوئی سلطنت اُٹھا نہیں سکتی جسے کوئی سبب فنا نہیں کر سکتا جسے کوئی کوشش محو نہیں کر سکتی جسکی جوشش کبھی کم نہیں ہو سکتی۔ جس کا اوبال کبھی تھم نہیں سکتا جس کا چڑھتا ہوا دریا کبھی اُتر نہیں سکتا جس کی روشنی کبھی مدھم نہیں پڑ سکتی۔ جس کا اثر کبھی زائل نہیں ہو سکتا تو وہ صرف اکیلا اور یکتا۔ واقعہ شہادت امام مظلوم کربلا ہے۔ یہ وہ واقعہ شہادت ہے جس نے آسمان کو رولایا۔ زمین کو رولایا۔ جانداروں کو رولایا۔ بیجانوں کو رولایا۔ بچوں کو رولایا۔ بوڑھوں کو رولایا۔ جنوں کو رولایا۔ اور فرشتوں کو غمگین کر دیا۔ کیا کوئی باحِس آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ اُس کے کانوں نے ایسا کوئی اور واقعہ سُنا ہے یا اُسکی آنکھوں نے کسی ایسے واقعہ کو دیکھا ہے۔ یا کسی دل میں اس طرح کے پُر جذب واقعہ کا خطور بھی ہوا ہے۔ ہاں ہرگز نہیں ہرگز نہیں کب ایسا منظر کسی چشم بینا کے سامنے آیا کب ایسے دل ہلا دینے والی آواز کسی شنوا کان تک پہنچی کوئی نہیں اور کوئی نہیں کیا تم یقین کرتے ہو کہ جب راز دار خدا نوح نجی اللہ پر پتھروں کے مینہ برسائے گئے تو ساتھ ہی اُس کے آسمان نے بھی خون کے مینہ برسائے ہوں؟ یا جب خدا کے سچے دوست ابراہیم مہمان نواز کو دہکتی آگ کے انگاروں پر پھینک دیا گیا تھا تو ستارے آپس میں ٹکرانے لگے ہوں؟ یا جب جرجیس جیسے نبی کو بیسیوں مرتبہ دیگ میں جوش دیکر مار ڈالا گیا تھا تو چرخ آسمان میں بھی کسی قدر جوش پیدا ہوا ہو؟ یا جب ذکریا جیسے پاک نبی کے نازک جسم کو آرے سے دو ٹکڑے کیا گیا تھا تو زمین کا جگر شق ہو گیا ہو؟ یا جب خدا کے پیارے سید و حصور نبی یحییٰ کا سر اُتار لیا گیا تھا تو جنوں نے بھی نوحہ کیا ہو؟ یا پرندوں نے ان پر خاک اُڑائی ہو؟ یا جب مسیح خدا عیسیٰ روح اللہ پر یہودیوں نے ظلم کا پہاڑ گرایا تھا تو چرند و پرند انسان و وحوش سینہ زنان ماتم کنان مضطرب الحال اور بیخود ہو گئے ہوں؟

مگر جب زہرا کا دلبند، علی کا پارہ جگر، رسول کا ریحانتہ الحیوٰۃ، جبرئیل کا شہزادہ، میکائیل کا خوزادہ، حور العین کا دلربا، جنت اللہ کی زینت، عرش خدا کا گوشوارہ، اور خود خالق الخلق کا پیارا ولی، سید مظلوم، زکی، شہید، سبط صغر، گلگون قبا، مسلوب الرداء، مذبوح من القفا، غریب نینوا، سلیمان کربلا حسین علیہ السلام بروز جمعہ محرم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ میں عراق عرب کی چٹیل زمین مسمی بکربلا میں واقعہ شہادت پیش آیا تو انمیں سے کوئی شے ایسی باقی نہیں رہی جس نے اپنی حالتِ زار نہ بنائی ہو، اپنا گریبان حال چاک نکیا ہو، اپنی چشم حالت سے خون نہ برسائے ہون، اپنی زبانِ عبرت سے نوحہ نہ پڑھا ہو، اپنے بے بس ہاتھون سے ماتم نکیا ہو، اپنی فریادی حالت کا فوٹو عبرت میں آنکھون کے سامنے کھینچ نہ دیا ہو، اگر تمہیں اعتبار نہو تو دیکھو یہ کتابیں جنکا تذکرہ میں تمہارے سامنے کرتا ہون اور جنکی سچی شہادتیں تمہارے سامنے گذرانتا ہون وہ عالم بے بدل جسکو تم کبھی علامہ کے نام سے بھی یاد کر لیتے ہو یعنی عبدالرحمٰن سیوطی دیکھو تو اپنی تاریخ الخلفاء میں کیا لکھتے ہیں۔ ولما قتل الحسین مکثت الدنیا سبعۃ ایام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفرۃ والکواکب یضرب بعضہا بعضا وکان قتلہ یوم عاشورا وکسفت الشمس ذالک الیوم واحمرت آفاق السماء ستۃ اشہر بعد قتلہ ثم لازالت الحمرۃ تری بعد ذالک ولم تکن تری فیہا قبلہ وقیل انہ لم یقلب حجر فی بیت المقدس الا وجد تحتہ دم عبیط وصار الورس الذی فی عسکرہم رمادا ونحروا ناقۃ فی عسکرہم فکانوا یرون فی لحمہا مثل النیران وطبخوہا فصارت مثل العلقم وتکلم رجل فی الحسین بکلمۃ فرماہ اللہ بکوکبین من السماء فطمس بصرہ یعنی جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو تمام دنیا کی یہ حالت سات دن تک رہی کہ جب سورج نکلتا تو دیوارون پر اُسکی دھوپ زعفرانی رنگ کی دکھائی دیتی (یعنی اس غم سے آفتاب کا رنگ زرد پڑ گیا تھا) ستارے ایک دوسرے سے ٹکرا لیتے تھے (حالانکہ اُس سے قبل یا بعد کبھی ایسا نہیں ہوا تھا) (۳) آپ بروز عاشورا شہید ہوئے تو اُس دن گہن لگا (حالانکہ آفتاب کو دسویں تاریخ میں کبھی گہن نہیں لگتا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ شہادت اس قدر عظیم تھا کہ

آفتاب کے جرم پر بھی جو تمام اجرام سے بزرگتر مانا گیا ہے ایسا سخت اثر پڑا جس کی نظیر نہیں ملتی (۴) چھ مہینے چاروں طرف آسمان کے سُرخی محسوس ہوتی رہی جو بعد اُسکے ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئی گویا آسمان خون کے آنسوؤں سے مظلوم حسینؑ پر رویا اور کیوں نہ روتا نہ ایسا شہید اُسنے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس قسم کا ظلم کسی پر ہوا تھا (۵) بیت المقدس میں جو پتھر اُٹھایا جاتا اُس کے نیچے سے گاڑھا سُرخ خون نکلتا (یعنی کہ زمین نے بھی خون کے آنسوؤں سے حسینؑ مظلوم روحی لہ الفداء پر گریہ کیا کیونکہ اسکی برکات کا موجب اُسپر بظلم اُٹھا لیا گیا) (۶) وہ درس جو حضرت کی فوج میں تھا راکھ ہو گیا (درس رنگنے کی ایک چیز ہے کوفیوں نے چاہا تھا اُسے لوٹ کر فائدہ اُٹھائیں مگر بحکم خدا نے اسکو راکھ بنا دیا کہ وہ بے دین بالکل اسکا نفع نہ پا سکیں (۷) حضرت کی فوج کا ایک ناقہ اہل کوفہ نے نحر کیا تو اُس کے گوشت سے آگ کے شعلے اُٹھتے ہوئے محسوس ہوتے تھے جب اُس گوشت کو پکایا تو ایسا کڑوا ہو گیا جیسے علقم (۸) بعد شہادت آنجناب ایک ملعون نے حضرت کی بابت کوئی نامناسب کلمہ زبان سے نکالا تو آسمان سے دو ستارے اُسکی آنکھوں پر گرے اور وہ اندھا ہو گیا یہ وہ نو باتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ شہادت امام مظلوم نے عالم کی اشیاء پر وہ اثر کیا جو ہرگز اس سے قبل کسی واقعہ نے نہیں کیا تھا اور فی الحقیقت ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے تھا اس لئے کہ حسینؑ کوئی معمولی آدمی نہ تھا بلکہ یہ وہ بزرگوار ہے جس کے پدر عالیمقدار کی نسبت جناب ختم المرسلینؐ سردار انبیائے اولین و آخرین نے ایک مرتبہ فرمایا تھا "برز الاسلام کلہ الی الکفر کلہ" اس وقت مجسم اسلام مجسم کفر کی طرف جاتا ہے یعنی علی ابن ابیطالب جو مجسم اسلام و دین ہیں عمرو بن عبدود سے جو مجسم کفر ہے لڑنے کے لئے نکلے ہیں پس اس راہ سے امام حسین علیہ السلام اسلام بن الاسلام تھے اور دین بن الدین اور ایمان بن الایمان تھے لہذا اہل کوفہ اور تابعین یزید نے حسینؑ کو نہیں شہید کیا بلکہ **اسلام** کو شہید کیا تھا اور اسلام وہ ہے جس کی نسبت پروردگار عالم فرماتا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام خدا کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے گویا حسینؑ کو قتل کر کے خدا کے دین کو مٹایا گیا اس لئے جو بھی آثار عجیبہ اس واقعہ پر ظاہر ہوئے کم تھے: میں عرض کرتا ہوں

کہ ایہا الناس اس واقعہ سے صرف یہی نہ سمجھو کہ فرزند رسول شہید ہوا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں
حسینؑ شہید ہوئے۔ رسول اللہ شہید ہوئے فرزند رسول اللہ شہید ہوئے قرآن
شہید ہوا، دین اسلام شہید ہوا، احادیث رسول شہید ہوئیں، جبرئیلؑ و میکائیلؑ کا
نازپروردہ شہید ہوا، اور خدا کا وہ سچا بندہ شہید ہوا جسے خود اس نے اپنے رسول کی
جانشینی اور اپنے دین کے اجرا کیلئے منتخب کیا تھا۔ **حسینؑ** کا شہید ہونا تو ایسا معلوم
ومشاہدہ ہے جس سے کوئی تاریخ دان اور واقعہ خوان جس کے بھیجے میں ذرا بھی عقل کا
مادہ ہوگا انکار نہ کریگا اوراق تواریخ اس واقعے کے بیان سے بھرے پڑے ہیں۔

رسول اللہ اس طرح شہید ہوئے کہ آپ نے فرمایا تھا "حسین منی وانا من حسین"
حسینؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، گویا آپ نے ان لفظوں میں حسینؑ کا کمال اتحاد
اپنی ذات مقدس سے بیان فرمایا پس حضرت کا شہید کیا جانا گویا رسول اللہ کا شہید
کیا جانا تھا **فرزند رسول** اس وجہ سے شہید ہوا کہ خدا تعالے نے انکو رسول کا بیٹا
فرمایا ہے پڑھو آیہ مباہلہ "قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم" باتفاق اہل اسلام یہ امر
معلوم ہے کہ ابناءنا سے مراد اس آیت میں حسنینؑ علیہما السلام ہیں پس ان اشقیا
نے حسینؑ ہی کو نہیں شہید کیا بلکہ فرزند رسول کو بھی شہید کیا، نیز اس وجہ سے
کہ یہ وہ بزرگوار ہیں جن پر سے خاص اپنے صلبی بیٹے ابراہیم کو جناب سردار انبیاء نے
فدا کر دیا تھا اور انکو بچا لیا تھا اس طور پر آپ حضرت ابراہیم ابن رسول کا بدلہ ہوئے
تو یوں بھی آپ قائم مقام فرزند رسول ہوئے، نیز اس وجہ سے کہ بیشتر رسول اللہ
فرمایا کرتے تھے "ہذان ابنای" حسنؑ وحسینؑ دونوں میرے ہی فرزند ہیں تو ثابت کیا
تعجب ہے اس بات میں کہ اہل کوفہ وشام نے جناب امام حسین علیہ السلام کو
ہی نہیں شہید کیا بلکہ اپنے رسول برحق اور سرور انبیائے ماسبق کے بیٹے ہی کو
جان سے مار ڈالا **قرآن** اس طرح شہید ہوا کہ جابجا اس کتاب مقدس میں
حسینؑ کی مدح وثنا کیگئی ہے کہیں فرمایا گیا ہے "مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ
لا یبغیان فبای آلاء ربکما تکذبان یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان فبای آلاء ربکما
تکذبان" اس آیت میں بحرین علیؑ وفاطمہ صلوات اللہ علیہما کو کہا گیا ہے برزخ
رسول اللہ کو اور لولو ومرجان حسنؑ وحسینؑ کو، کہیں فرمایا گیا ہے۔ "والتین والزیتون"

جس میں ذات حسنین علیہما السلام کو مراد لیا گیا ہے کہیں "قل تعالوا ندع ابناءنا" فرمایا گیا ہے جس میں حسنؑ و حسینؑ صلوات اللہ علیہما کو ہی بالخصوص مراد لیا گیا ہے، کہیں اہل البیت فرمایا گیا ہے اور اسمیں جناب امام حسین علیہ السلام کو داخل کیا گیا ہے۔

کہیں القربیٰ فرمایا گیا ہے جیسے "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ" اور لفظ قربیٰ میں جہاں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ علیہم السلام مراد ہیں وہاں حسین علیہ السلام بھی داخل ہیں جن کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے کہیں فرمایا گیا ہے کہ "منھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر" بعض وہ ہیں جو اپنی جان پر کھیل چکے ہیں اور بعض ابھی منتظر ہیں اور اس منتظر سے مراد امام حسین علیہ السلام کو لیا گیا ہے جیسا کہ خود آپ اس آیت کو قبل واقعۂ کربلا اکثر تلاوت فرمایا کرتے تھے اور اس سے اپنی شہادت کا پتہ دیتے تھے، کہیں فرمایا گیا ہے "وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلھم یرجعون" اور قرار دیا اس (امامت) کو ایک کلمہ باقیہ نسل میں اس (حسینؑ) کے تاکہ لوگ رجوع کریں "ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً" جو کوئی (یعنی امام حسین علیہ السلام) مظلوم کر کے قتل کیا گیا پس بالضرور ہم نے اسکے ولی (جناب امام صاحب الزمانؑ) کو غلبہ دیا، کہ وہ اس کے خون کا پورا عوض اس کے قاتلوں سے لے) پس وہ قتل میں اسراف نہ کرے بیشک وہ منصور و مظفر ہے علاوہ اس کے بھی اور بہت سی آیات قرآن میں موجود ہیں جن سے فضائل جناب سید الشہداء پر کافی روشنی پڑتی ہے اور جنہیں اہل ادراک اچھی طرح سمجھتے ہیں پس ممدوح قرآن مجید کو قتل کرنا قرآن کی ہتک حرمت کرنا ہے اور اسے برباد کرنا، اور یہی قرآن مجید کو قتل اور شہید کرنا ہے۔ **دین اسلام** کی شہادت اس وجہ سے ہوئی کہ حسین علیہ السلام اعلام دین اور رسوم اسلام کے زندہ کرنے اور مذہب رسول اللہ کو قائم رکھنے والے تھے جس کے ثبوت کے واسطے صرف اسیقدر کافی ہے کہ جب آپ نے بیعت یزید میں دیکھا کہ اسلام از سر فنا ہو جائے گا اور شعائر اسلام بالکل محو و نابود ہو جائیں گے تو کسی طرح گوارا نہ کیا کہ اپنے دست اقدس کو یزید کے دست نجس میں دیں گویا آپ نے اپنے نفس کو اسلام کے مرادف سمجھا جسے یزید کو دیدینا عین اسلام کو یزید فاسق کے ہاتھ ڈال دینا تھا

لہذا آپ نے بیعت نہ کی نیز یہ کہ محبت و ولائت آپ کی جزو ایمان و اسلام ہے جیسا کہ
قرآن نے فرمایا "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ اور ظاہر ہے کہ کسی چیز
کے ایک جزء کے فنا ہو جانے سے وہ پوری شے فنا ہو جاتی ہے لہذا آپ کو شہید
کرنا اسلام کو شہید کرنا تھا۔ احادیثِ رسول کو شہید کرنا اس طرح ہوا کہ حضرت کے
شہید کئے جانے نے عام طور پر بتا دیا کہ لوگ رسول اللہ کو سچا رسول اور انکے اقوال
صدق مآل کو وحی الٰہی نہیں جانتے تھے بس اس پردہ میں امام حسین علیہ السلام کو
شہید کر کے تمام اُن احادیث کی عزت و حرمت کو ضائع کر دیا جن میں رسول اللہ
نے اپنے فرزند سعید کی مدح کی تھی یا اُن کے باب میں اپنی اُمت سے سفارش
فرمائی تھی کیا امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنا اس امر کو نہیں بتاتا کہ مسلمانان کوفہ و
شام نے حدیث "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی" کو لغو محض سمجھا؟
یا یہ واقعہ اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ان لوگوں نے حدیث "الحسنؑ و الحسینؑ
سیدا شباب اہل الجنۃ" کی کوئی وقعت نہیں سمجھی؟ کیا اس شہادت کے مرحلے
نے اس بات کو صاف طور پر ظاہر نہیں کر دیا؟ کہ جناب سرور کائنات کی حدیث
"الحسنؑ و الحسینؑ امامان قاما او قعدا" محض بےمعنی ہے؟ کیا اس جورِ شدید نے
نہیں بیان کیا کہ مسلمانوں نے حدیث "الحسنؑ و الحسینؑ ریحانتای من الدنیا"
کو ذرہ برابر بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا؟ کیا اس ظلم عظیم نے روز روشن کی طرح
واضح نہیں کر دیا کہ اہل اسلام نے حدیث "حسینؑ منی و انا من الحسینؑ" کو کچھ بھی
وقعت کے کانوں سے نہیں سُنا؟ **اور جب ایسا ہے** تو بیشک ان لوگوں
نے صرف حسینؑ مظلوم کو ہی شہید نہیں کیا بلکہ تمام اُن احادیث رسولؐ کو بھی
ذبح کر ڈالا جنمیں اس محترم بزرگ کے فضائل مذکور تھے حالانکہ انکو زندہ رکھنا اور
اُن پر ثابت قدم رہنا مسلمانوں کا عین ایمان تھا؟ **جبرئیلؑ و میکائیلؑ** کے
نازپروردہ کو اس وجہ سے قتل کیا کہ احادیث مسلمہ فریقین نے بتایا ہے کہ یہ دونوں
فرشتے ان کے نازبردار اور خدمتگذار تھے جیسا کہ احادیث کثیرہ مسلمہ فریقین کا
مقتضا ہے مثلاً وہ حدیث جسمیں بیان کیا گیا ہے کہ رسولؐ کے اُس فرزند کی
گہوارہ جنبانی جبرئیلؑ کرتے تھے یا یہ کہ اُن کے واسطے ثمرات جنت لاتے تھے یا یہ کہ

انکی نگرانی کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ؛ اور ظاہر ہے کہ یہ اُمور اُسی وقت ظہور میں آسکتے ہیں جبکہ مان لیا جائے کہ جبرئیل فرشتہ رب الجلیل کو اُن سے انتہائی مرتبہ کا اُنس تھا پس امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنا یقیناً اس معنی میں سمجھا جائیگا کہ ناز پروردہ جبرئیل کو شہید کیا۔ **خدا کے ولی** کو اس وجہ سے شہید کیا کہ حسین علیہ السلام وہ بزرگ ہیں جنکو پروردگار عالم نے اپنی مقدس کتاب میں خاص عنوانات سے یاد فرمایا ہے اور ایسے اوصاف انکے ارشاد کئے جو اُس کے ولی کے لئے ہونے چاہئیں **کتاب خدا** کا مطالعہ اس موقع پر کافی ووافی ہے ایک آیت میں نہیں بلکہ متعدد آیات میں انکا تذکرہ ملے گا؛ علاوہ ازیں جنت سے ان کیواسطے حلّے بھیجنا فواکہ بہشت سے وقتاً فوقتاً انکی دعوت کرتے رہنا؛ اپنے مقرب فرشتوں کو اُنکی خدمت کے لئے معین کرنا کیا اس بات کو نہیں بتاتا کہ امام حسین علیہ السلام خدا کے خاص ولی تھے پھر اُن کا شہید کیا جانا بالضرور ولیِ خدا کا شہید کیا جانا ہے اسی لحاظ سے حسینؑ تنہا شہید نہیں ہوئے بلکہ آٹھ محترم اشخاص جو خدا تعالےٰ کی خدائی میں منفرد تھے شہید کرڈالے گئے لہذا عالم کی تمام اشیا میں اگر اس کا برقی اثر پھیل گیا اور قیامت تک قائم رہیگا تو ہرگز قابل استبعاد نہیں

آب میں کہتا ہوں کہ اے انسان نا شخص اگر تو حسینؑ پر نہیں روتا ہے تو نہ رو تیری آنکھیں پتھر کی ہیں تیرا دل فولاد کا؛ لیکن جنکی آنکھیں پتھر کی نہ تھیں جنکے دل فولاد کے بنے ہوئے نہ تھے وہ حسینؑ پر روئے اور بہت روئے؛ دیکھو کہ رسول اللہ حسینؑ کی مظلومی کو خیال کرکے زندگی میں روئے؛ اور بعد وفات بھی زندگی میں رونے کا حال مسند احمد بن حنبل سے معلوم ہوگا جس میں جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب سے روایت کی ہے "قال دخلت علی النبیؐ ذات یوم وعیناہ تفیضان فقلت یا نبی اللہ اغضبک احدٌ ما شان عینیک تفیضان قال بل قام من عندی جبرئیل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات"؛ یعنی فرمایا امیرالمومنین نے کہ ایک روز میں رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں میں نے عرض کی کہ یا نبی اللہ کیا کسی نے آپکو غضبناک کیا ہے کیا باعث ہے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں جناب

کہ جبریلؑ میرے پاس سے ابھی اُٹھکر گئے ہیں مجھ سے کہتے گئے ہیں کہ حسینؑ شطِ
فرات پر قتل کیا جائیگا۔" اور بعد وفات کا حال اس روائت سے معلوم کرو جو
صواعق محرقہ ابن حجر مکیؒ میں مذکور ہے۔ ص ١١٥ "واخرج الترمذی انّ اُمّ سلمہؓ
رات النبیؐ باکیا وعلی راسہ ولحیتہ التراب فسالتہ فقال قتل الحسینؑ انفا" ترمذی
نے روائت کی ہے کہ اُمِ سلمہؓ نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ رو رہے
ہیں اور سر و ریش پر خاک پڑی ہے۔ تو میں نے حضرت سے اس کا سبب پوچھا
فرمایا کہ حسینؑ ابھی قتل کیا گیا ہے۔ اس مضمون کی روائت کو کمال الدین محمد بن
طلحہ شافعی نے بھی نقل کیا ہے دیکھو صفحہ ٣٤٢ مطالب السئول۔ نیز ابن عباسؓ
نے حضرت کو گریان و باحال پریشان خواب میں دیکھا اور حضرت نے اُن سے بیان
کیا کہ میرے ہاتھ میں جو شیشہ ہے وہ خون حسینؑ سے بھرا ہوا ہے میں سے آج
جمع کر رہا تھا۔ دیگر صواعق محرقہ صفحہ ١١٦ **علیؑ** ابن ابیطالب بھی روئے ہیں جیسا کہ

مسیرہ الی صفین وحاذی نینوی قریۃ علی الفرات فوقف وسائل عن اسم ہذا
الارض فقیل کربلا فبکی حتی بل الارض من دموعہ یعنی ابن سعد نے شعبی
سے روائت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ صفین میں جاتے وقت کربلا میں ہو
گذرے اور نینوے کے محاذی پہنچے جو فرات پر ایک قریہ ہے تو ٹھہر گئے
اور اُس سرزمین کا نام دریافت کیا۔ کسی نے کہا کہ یہ کربلا ہے تو آپ اسقدر روئے
کہ زمین کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دیا ص۔ ١١٥ صواعق۔ ام سلمہ اس غم میں
روتی ہیں دیکھو صواعق ص ١١٧ وابن سعد عنہا انہا بکت علیہ حتی غشی علیہا
ابن سعد نے اُم سلمہؓ سے روائت کی ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام پر اسقدر
روئیں کہ بیہوش ہو گئیں **آسمان** امام حسینؑ پہ رویا اخرج الثعلبی ان
السماء بکت وبکاءھا حمرتھا۔ ثعلبی نے روائت کی ہے آسمان حسین پر رویا اور
اُس کا رونا یہی تھا کہ وہ سرخ ہو گیا تھا۔ نیز ابن حجر نے لکھا ہے ابر رویا او
السماء ستۃ اشہر بعد قتلہ۔ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام کے آفاق آسمان
چھ مہینے تک سرخ رہے۔ ابن سیرین نے بیان کیا ہے کہ ان الحمرۃ التی مع الشفق

لم تکن قبل قتل الحسینؑ، جو سُرخی کہ شفق کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی ہے وہ قبل شہادت امام حسینؑ کے نہ تھی (بلکہ بعد حضرت کی شہادت کے دکھائی دی گویا آج تک آسمان حسینؑ کا نوحہ خوان اور انکی مظلومیت پر گریان ہے) **آفتاب رویا** ان السماء احمرت لقتله وانکشفت الشمس حتی بدت الکواکب نصف النهار (آسمان آپ کی شہادت کے سبب سُرخ ہوگیا آفتاب کو ایسا گہن لگا کہ دوپہر کو ستارے دکھائی دینے لگے (صواعق ص ۱۱۶) **ستارے** امام حسین علیہ السلام پر روئے وضربت الکواکب بعضها بعضاً، ستارے اس غم میں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے **زمین** امام حسین علیہ السلام پر روئی، لم یرفع حجر فی الشام او الدنیا الا روی تحته دم عبیط، ملک شام میں یا تمام دنیا میں کوئی پتھر نہیں اُٹھایا گیا مگر اُس کے نیچے سے خون تازہ نکلا۔ قال ابو سعید ما رفع حجر من الدنیا الا تحته دم عبیط، ابو سعید نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں کوئی پتھر نہیں اُٹھایا گیا مگر یہ اُس کے نیچے خون تازہ نکلا ص ۱۱۶ صواعق، **تمام دُنیا** امام حسین علیہ السلام پر روئی، عن ابن سیرین ان الدنیا اظلمت ثلثة ایام ثم ظهرت الحمرة فی السماء، ص ۱۱۶ صواعق محرقہ۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ دنیا غم امام حسین علیہ السلام میں تین دن تک تیرہ و تار رہی، اُس کے بعد آسمان پر دائمی سرخی نمودار ہوئی **گروہ جن** نے امام حسین علیہ السلام پر نوحہ کیا، واخرج الملاء عن ام سلمهؓ انها سمعت نوح الجن علی الحسینؑ، ص ۱۱۷ صواعق ملاّ نے روائت کی ہے اُم سلمہؓ سے کہ اُنہوں نے امام حسین علیہ السلام پر جنوں کا نوحہ سُنا، واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ام سلمهؓ قالت سمعت الجن تبکی علی حسینؑ وتنوح علیه، ص ۲۰۸ تاریخ الخلفا مطبوعہ مصر، ابو نعیم نے کتاب دلائل میں روائت کی ہے اُم سلمہؓ سے کہ اُنہوں نے کہا میں نے سُنا جنوں کو روتے ہوئے امام حسینؑ پر اور نوحہ کرتے ہوئے، واخرج الثعلبی فی امالیه عن ابی جناب الکلبی اتیت کربلا فقلت لرجل من اشراف العرب اخبرنی بما بلغنی انکم تسمعون نوح الجن فقال ما تلقی احدا الا اخبرک انه سمع ذالک قلت فاخبرنی بما سمعت قال سمعتهم یقولون شعراً،

مسح الرسول جبینه ❊ فله بریق فی الخدود ❊ ابواه من علیا قریش ❊ وجده خیر الجدود ❊

یعنی ثعلبی نے اپنی امالی میں روائت کی ہے ابو جناب

کلبی سے اُس نے بیان کیا کہ میں کربلا میں آیا تو اشراف عرب میں سے بعض سے کہا کہ مجھے جو خبر ملی ہے کہ تم لوگ جن کے نوحے (امام حسین علیہ السلام کے مصائب میں) سنتے ہوئے مجھ سے بیان کرو! اُس نے کہا کہ تم جس سے ملاقات کروگے وہ اس خبر کو تم سے بیان کریگا! میں نے کہا اچھا جو تم نے سُنا ہے وہی (اس وقت) بیان کردو اُس نے کہا کہ میں نے تو یہ شعر جنوں کو نوحہ خوانی کے وقت پڑھتے ہوئے سُنا (جس کا مطلب یہ ہے) کہ رسول نے حسینؑ کی پیشانی کو اپنے ہاتھوں سے مسح کیا جس کی وجہ سے اُن کے رخساروں میں (بجلی کی سی) چمک تھی! اُنکے باپ (علیؑ ابن ابیطالب) قریش کے اعلیٰ خاندان میں سے تھے اور دادا اُنکے بہترین اجداد تھے! نیز کتاب عوالم میں عبداللہ بن حسان کنانی سے نقل کیا ہے کہ اُس نے نوحہ جن کو امام حسینؑ کے مصائب میں ان اشعار کے ساتھ سُنا

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ؛ ماذا فعلتم وانتم آخر الامم

باھل بیتی واخوانی ومکرمتی ؛ منھم اساریٰ ومنھم ضرجوا بدم

اے قاتلان حسینؑ تم کیا جواب دوگے جبکہ خدا کا رسول تم سے پوچھے گا کہ تم نے (حسینؑ سے) کیا کیا حالانکہ تم آخر اُمت سے تھے (اشارہ ہے کنتم خیر اُمتہ اخرجت للناس کیطرف یعنی بسبب اس کے کہ تم آخر اُمم ہو خیر اُمم بھی ہو کہ سب کے بعد تمہیں پروردگار عالم نے ظاہر فرمایا اور خاتم النبیینؐ کی اُمت میں داخل کیا) تم نے کیا کیا میری اہلبیتؑ سے اور میرے بھائیوں سے اور میرے عزت کئے ہوئے لوگوں سے کہ ان میں سے بعض کو تم نے اسیر کیا اور بعض کو خون میں بھر دیا

فرشتے۔ امام حسین علیہ السلام پر رونے بطریق شیعہ مروی ہے:۔ لما قتل جدی الحسین ضجت الملائکتہ الی اللہ عزوجل بالبکاء والعیب! یہ روایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کتاب علل الشرائع میں مروی ہے جو بزرگوار جن کی روائت کو حضرات اہلسنت بھی بڑے فخر سے اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں اور حضرت کو ثقات رواۃ میں داخل کیا ہے:۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ جب میرے جد امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو فرشتوں نے بکا و نحیب کے ساتھ پروردگار عالم کی جناب میں فریاد کی:۔ دوسری روائت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی

ہے ان اللہ وکل بقبر الحسین اربعۃ الاف ملک شعث غبر یبکونہ من طلوع الفجر الی زوال
الشمس ۔ پروردگار عالم نے قبر حسین علیہ السلام کیلئے چار ہزار فرشتے مقرر فرمائے ہیں ۔ جو
پراگندہ مو غبار آلود رہتے ہیں امام حسین علیہ السلام پر طلوع فجر سے زوال آفتاب تک
روتے رہتے ہیں ۔ **وحوش وطیور** بھی امام حسین علیہ السلام پر روئے ۔ امام محمد باقر
علیہ السلام سے مروی ہے قال بکت الانس والجن والطیر والوحش علی الحسین ع
بن علی حتی ذرفت دموعہا ۔ فرمایا کہ انس وجن وحش وطیر نے اس طرح امام حسین علیہ
السلام فرزند امیر المومنین علی ابن ابیطالب پر گریہ کیا کہ ان کے آنسو جاری ہوئے
جبکہ علمائے اہلسنت نے آسمان وزمین اور کواکب وشمس وقمر کے رونے کو امام حسین
علیہ السلام پر روائت کیا ہے تو ہرگز فرشتوں کا رونا وحش وطیر کا گریہ حضرت پر مستبعد
نہیں ہوسکتا ہاں اگر وہ روائتیں غلط مانی جائیں تو یہ بھی غلط سمجھی جاسکتی ہیں لیکن
وہ قطعی صحیح ہیں کیونکہ متواترات سے ہیں لہذا یہ بھی صحیح ہیں کیونکہ ہمارے ہاں
یہ بھی متواترات معنویہ سے ہیں ۔

خلاصہ یہ کہ واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام اس قدر عظیم الشان ہے
جسکی عظمت کا اندازہ ہرگز کسی عقل انسانی سے نہیں ہوسکتا اس وجہ سے کہ جو چیز
ایسی ہو کہ اس کا محرک ظاہری کوئی موجود نہ ہو اس کا اجرا کرنے والا کوئی دکھائی
نہ دیتا ہو اس کے تدبیر کرنیوالا ایک بھی بظاہر نہ معلوم ہوتا ہو پھر بھی اس کا تمام
نفوس پر یکساں اثر پڑے بلکہ ذی نفوس سے گذر کر بیجان چیزوں پر بھی پڑے
اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس سے طاقتور کوئی شے نہیں ہوسکتی کہ بے امداد غیری
تمام اشیائے عالم پر قبضہ کئے ہوئے ہے بلکہ ان لوگوں پر بھی جو بظاہر اپنے تئیں
مخالف اسکا بتاتے ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حسین مظلوم کو شہید کرکے اشقیائے
کوفہ وشام نے نہ صرف اپنے عزیزوں کو ہی رلایا بلکہ خود بھی رودیئے ۹ اور ایسے
روئے کہ اس کی شہادت کے لئے ان کے آنسوؤں کی تاریخ آجتک صفحات عالم
پر جلی حرفوں سے لکھی ہوئی نظر آرہی ہے پس ایسی چیز کو مٹا دینے کی کوشش
کرنا گویا اپنے امکان سے باہر اور اپنی طاقت بشریہ سے مافوق اور قوی الاثر جادو
سے انکار کرنا ہے ۔ ورنہ آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں اور کان اسے سن رہے ہیں ۔

اور دل اُس کا اذعان کئے بیٹھے ہیں ؛
یہ ناممکن ہے اور بالکل ناممکن اس لئے کہ حسین علیہ السلام نے کوئی معمولی کام نہیں کیا تھا کوئی بے سمجھے بوجھے کارروائی نہیں کی تھی ؛ کوئی اچانک بات نہیں کرگزرے تھے بلکہ نہایت متانت ؛ نہایت استقلال ؛ بڑی مردانگی کمال شجاعت ؛ انتہائی فہم و فراست ؛ غائت دانائی اور بیحد بلند تدبیر کے ساتھ اس کام کی ابتدا کی تھی ؛ جیسا کہ اُسکی انتہا نے بتایا ؛ اور اُس کے خاتمہ نے سب کو سمجھا دیا کہ یہ وہ حکیم تھا کہ اُس سے بڑا عارف فلسفہ تمدن واخلاق کا نہ اُس سے ماسبق کوئی گذرا اور نہ آئندہ اُمید کیجاتی ہے کہ اُس سے افضل تدبیر سیاسی کو انجام دینے والا پیدا ہو پس کیا وجہ کہ اُس کا اثر کمزور ہو ؛ ہرگز نہیں ؛ بلکہ حسین علیہ السلام نے جس حوصلہ ؛ جس ہمت ؛ جس مردانگی اور جس دانائی سے اس کام کو شروع کیا تھا اور جس استقلال کے ساتھ اُسے ختم کیا اُس کا یہی نتیجہ ہونا تھا جو آج دکھائی دے رہا ہے اور جس سے سوائے ابلہ کم فہم سفیہ ؛ جاہل متعصب ؛ دشمن عقل اور کور باطن کے کوئی انکار نہیں کرسکتا ؛ کیونکہ وہ نتائج ایسے واضح ہیں کہ جن کو نظر انداز کرنا کسی باعقل آدمی کے امکان سے باہر ہے چونکہ یہ بیحد مفید ملت و قوم ہیں لہٰذا اُن میں سے چند کو اس مقام پر گزارش کرتا ہوں ؛

ایک یہ کہ حسینؑ کی شہادت نے قیامت تک کے واسطے بلا شرکت غیرے اور بے زحمت موعظ و تلقین خدا تعالےٰ کی توحید کو ثابت کردیا جس کے بعد ہرگز کسی دوسری کوشش کی ضرورت نہیں یعنی کہ آپ کی اس بہادرانہ اور دلیرانہ جان بازی نے صاف طور سے دلوں پر واضح کردیا کہ اگر کوئی مستوجب خوف و رجا ؛ اور کوئی زبردست بادشاہ اور کوئی قوی ترین طاقت اور کوئی یکتا حاکم اور علے الاطلاق سلطان اس جہان میں موجود ہے تو جس کے حکم کی مخالفت نہایت ناگوار نتیجے پیدا کرنے والی ہے ؛ جس کے حکم سے سرتابی انسان کو تباہ کرنیوالی ہے جس کا امر ہرگز قابل تاخیر نہیں جس کی اطاعت فرض عقل ہے ؛ جس کی آگے ہر ذی ہوش و عقل کو سر تسلیم خم کرنا واجب عینی ہے تو ہرگز امام حسین علیہ السلام جیسا حکیم اپنی جان کو اس طرح بے کھٹکے ایسے سخت ترین

مصائب میں نہ ڈالتا کبھی اتنی زحمتیں بے سُود اپنے جسم پر نہ اُٹھاتا۔ ہرگز اس کوہ بلا کو خوشی خوشی اپنے سر پر نہ اُٹھا لیتا، جس کے اُٹھانے سے آسمان و زمین بھی عاجز تھے، چہ جائیکہ آدمی، لیکن حسینؑ کے اس طرزِ عمل نے بتایا کہ بے شک اس پردے میں کوئی بڑے سے بڑا ملک الملوک ہے جس کے قبضۂ قدرت میں حسینؑ کی جان ہے جس کی مِلک میں حسینؑ کا جسم ہے، جس کے ہاتھ میں حسینؑ کا سارا اثاثہ ہے جس کی عطا کی ہوئی حسینؑ کی ساری بضاعت ہے، جس کا حکم ناطق ہے جس کا امر واجب الاطاعت ہے، جس کی خوشی ہر زحمت و ایذا کا بدلہ ہے جس کی رضا کا حاصل کرنا لازمۂ بشری ہے جو کبھی کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا جو یقیناً تمام ان ایذاؤں کا بدلا اچھے سے اچھا دیگا جو رؤف بھی ہے اور رحیم بھی جو قہار بھی ہے اور جبّار بھی، جو مظلوم کا طرفدار بھی ہے اور ظالم کا برباد کرنے والا بھی، یہی معنی اقرارِ توحید کے ہیں۔

پس حسینؑ صرف شہید ہی نہیں ہوئے بلکہ اس شہادت کے ذریعہ سے ایک بلیغ موعظہ قیامت تک کیواسطے مسئلہ توحید پر آپ نے فرما دیا جو روزانہ زبانِ عالم پر دوہرایا جاتا ہے جو کبھی کانوں بلکہ دلوں سے نکلنے والا نہیں۔

دوسرے حسینؑ کی شہادت نے قرآن کا کلامِ الٰہی ہونا اُس کا معجزہ ہونا اور اُس کا بالکل سچا ہونا بھی ثابت کر دیا دیکھو اگر حسینؑ نہ شہید ہوتے تو کون آج ذمہ دار تھا اس بات کا کہ قرآن کی آیت لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون کو چشم دید بنا کر ثابت کر دیتا۔

حسینؑ نے شہید ہو کر اور پھر زندوں کی طرح بر سرِ نیزہ کلام کر کے قرآن کی تلاوت کر کے بیسیوں مقام پر زندوں کے سے افعال ظاہر کر کے چشم دید بنا دیا اس مضمون کو کہ بے شک شہدائے راہِ خدا زندہ ہیں ہرگز اُنکی حیات کو موت ظاہری نے نہیں قطع کیا بلکہ اُن کے تمام قوائے جسمانی و روحانی مرنے پر بھی وہی کام کر سکتے ہیں جو کسی زندہ آدمی سے ممکن ہے، یا قصۂ اصحاب کہف کے واقعی ہونے کو کون شخص ایسا بیان کر دیتا کہ پھر آئندہ کسی شخص کو اُس کے سچے ہونے میں شک ہی باقی نہ رہے لیکن حسینؑ کے سر نے بازارِ کوفہ میں بالا خانے

نیزہ سورہ کہف اور خاصکر آیۂ "انّ اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا"
کو تلاوت کرکے سب کو سمجھا دیا کہ بیشک یہ واقعہ یقینی صحیح اور واقعی ہے۔ زیر بنے
یا مثلاً کون ذمہ وار تھا کہ آیۂ لایفلح الظالمون کو بالکل ایسا ثابت کردیتا جسکے
بعد کسی کو اس کے صحیح ہونے میں شبہ ہی نہ رہجائے۔ لیکن حسین علیہ السلام کی
شہادت اور سلطنتِ یزیدیہ کی برہمی اور قاتلانِ حسینؑ کی بربادی اور ظالمین
حسینؑ کی عام تباہی نے اس آیت کی ایسی تصدیق کردی کہ اب قیامت تک کسی کو
اس میں تردد ہی نہ پیدا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔
تیسرے اس واقعۂ شہادت نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت
ورسالت کو بھی ثابت کردیا اور نہ محض ثابت بلکہ اسطرح اسکی تصدیق کو دلنشین فرمادیا
کہ اب آئندہ کسی کو شبہ کا موقع ہی باقی نہ رہا۔ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ میرے
حسینؑ کی شہادت کے بعد وہ مٹی جو میں اُمِ سلمہؓ کے پاس رکھے جاتا ہوں سرخ
ہوجائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ رسول نے فرمایا تھا میرا حسینؑ عراق کی زمین پر
مظلوم شہید ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ رسول نے فرمایا تھا میرا حسینؑ خاص
ایسی زمین پر قتل کیا جائیگا جس کا نام کربلا ہوگا اور وہ نہرِ فرات کے کنارے
واقع ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ رسول نے فرمایا تھا حسینؑ تنہا شہید نہ ہوگا بلکہ
اُس کے ساتھ اُس کے کنبے کے بہت سے آدمی مذبوح ہونگے اور بہت سے
غیر لوگ بھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی سترہ سے زیادہ بنی فاطمہؑ اور پچاس سے
زیادہ اغیار جو ناصرانِ حسینؑ تھے۔ زمین کربلا پر بھوکے پیاسے نہایت بیرحمی کے
ساتھ کاٹ ڈالے گئے۔ رسول نے فرمایا تھا کہ حسینؑ کا قاتل طاغی ابن طاغی
اور دعی بن دعی ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی کہ آپ یزید پلید کے حکم سے شہید
ہوئے جو خود بھی ظالم تھا اور اُس کا باپ بھی جو خود بھی دعی تھا اور وہ بھی
جس کے نطفہ سے اُسکو بیان کیا جاتا ہے۔ رسول نے فرمایا تھا ابن عباسؓ
کانی بہ وقد خضبت شیبتہ من دمہ یدعوا فلا یجاب ویستنصر فلا ینصر۔ چنانچہ ایسا ہی
ہوا کہ ریش مبارک کتنی مرتبہ آپ کے خون سے رنگین ہوئی آپ برابر لوگوں کو
پکارتے تھے مگر کوئی قوم اشقیا میں سے جواب نہ دیتا تھا۔ برابر آپ اُن سے

انما البحۃ مدد مانگتے تھے مگر کسی نے مدد نہ کی۔

اور یہی نہیں کہ صرف آپ نے اپنے نانا رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی نبوت کی تصدیق کی بلکہ دیگر انبیائے سابقین کی نبوت کو بھی ثابت کر دیا مثلاً جناب یرمیاہ نبی کی کتاب کے اُس بیان کو جسے ان لفظوں میں ارشاد کیا ہے۔ کی ذبح لادونائے بھوہ صبا اوث بارض صافون آل نہر فرات۔ (باب چھیالیس دسویں آیت کتاب یرمیاہ) یعنی خداوند رب الافواج کے لئے زمین صفین میں نہر فرات کے کنارے ذبح عظیم مقرر ہے۔ صحیح کر دیا۔ اس مطلب کو ترجمہ اردو کتاب مقدس میں یوں لکھا ہے۔ "کیونکہ رب الافواج کے لئے اوتر کی زمین میں دریائے فرات کے کنارے ذبیحہ مقرر ہے۔ یہ کون ذبیحہ مقرر تھا حسینؑ ہی تو تھا جس نے نہر فرات کے کنارے اوتر کی زمین میں اپنے تئیں ذبح کرا کے **یرمیاہؑ** نبی کی نبوت اور ان کے کلام کی سچائی کو ظاہر فرمایا۔ یا مثلاً یرمیاہؑ نبی کے اس کلام مقدس کو کہ وہ تو نہایت ستایا گیا اور غمزدہ ہوا تو بھی اس نے اپنا منہ نہ کھولا۔ وہ جیسے برہ جسے ذبح کرنے لے جاتے ہیں اور جیسے بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے آگے بے زبان ہے اسی طرح اس نے اپنا منہ نہ کھولا۔" اپنے افعال سے سچا کر کے دکھلا دیا کہ ہر چند آپ پر ظلم کئے گئے مگر شکوہ کا ایک حرف زبان پر نہ لائے اور ہرگز اُس قوم بد انجام کے لئے جو آپ کے درپے آزار تھی بد دعا نہ کی اور نہ خلاف صبر و شکر کوئی بات منہ سے کہی۔ کیا حسین علیہ السلام کے سوا کوئی اور بھی اس پیشنگوئی کا مصداق ہو سکتا ہے۔ اور مثلاً **یوحنّا** کے مکاشفات کو صحیح ثابت کر کے انکی پوری تصدیق کر دی۔ چنانچہ اس مکاشفات کے پانچویں باب کا یہ مضمون ہے "اور میں نے اس تخت اور چاروں جانداروں کے بیچ میں گویا ذبح کیا ہوا ایک برہ کھڑا دیکھا اُس کے سات سینگ اور سات آنکھیں ہیں۔ یہ خدا کی سات روحیں ہیں جو تمام روئے زمین پر بھیجی گئی ہیں۔ اس نے آ کر تخت پر بیٹھے ہوئے کے دہنے ہاتھ سے **اس کتاب کو** لے لیا جب اُس نے کتاب لے لی تو وہ چاروں جاندار اور چوبیس بزرگ اس برہ کے سامنے گر پڑے اور ہر ایک کے ہاتھ میں بربط اور عود سے بھرے ہوئے سونے کے پیالے تھے یہ مقدسوں کی

دعائیں ہیں اور وہ یہ نیا گیت گانے لگے کہ تو ہی اس کتاب کے لینے اور اسکی مہریں کھولنے کے لائق ہے کیونکہ تو نے ذبح ہوکر اپنے خون سے ہر ایک قبیلے اور اہل زبان اور اُمت اور قوم میں سے خدا کے واسطے لوگوں کو خرید لیا۔ اس مکاشفہ میں کتاب سے مراد قرآن ہے برہ سے مُراد امام حسین علیہ السلام ہیں تخت پر بیٹھے ہوئے شخص سے مُراد رسول اللہؐ ہیں۔ گیت گانے سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اس بات پر خوش ہوئے کہ حسینؑ نے اپنے تئیں درجۂ شہادت پر پہونچا کے کتاب الہی اور اسلام کو زندہ کردیا۔ ہر ایک قبیلے اور اہل زبان اور اُمت و قوم کو خرید لینے سے یہ مُراد ہی کہ سب کے دلوں پر حسینؑ نے اپنی شہادت سے قبضہ حاصل کرلیا اور سب کو اپنا طرفدار بنالیا تو دیکھئے کہ کس طرح امام حسین علیہ السلام نے انبیائے سابقین کے کلام کی تصدیق کی اُن کی پیشنگوئیوں کو صحیح ثابت کیا اور ان کی سچی نبوت کو ہزاروں برس بعد لوگوں پر واضح کردیا۔ یہ ایسا احسان ہے جس سے ہرگز وہ بزرگوار بھی جنکی تصدیق حسینؑ نے کی ہے انکار نہیں کرسکتے۔ اور نہ اُسکے بار سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

چوتھے اس واقعۂ شہادت نے امامت کو بھی ثابت کردیا۔ یعنی اپنے سے پہلے اماموں کی وصایت و خلافت کو۔ کیونکہ مکرر امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام نے اپنے اپنے عہد و میں اس واقعۂ شہادت کی خبر دی تھی۔ اور وہ خبر ۶۱ھ ہجری میں صحیح ثابت ہوکر رہی جس نے بلاشبہ بتایا کہ وہ بزرگوار اپنے اپنے زمانے میں بیشک خلیفۂ برحق اور امام جائز اور ولیؑ خدا ضرور تھے جو منجانب اللہ کسی واقعہ کے ہونے سے پہلے اُسکو جانتے تھے۔ مثلاً امیرالمومنین علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ کانی برجال قد نزلوا من السماء معہم اعلام بیض قد نقلّدوا اسیوفہم وہی بیض تلمع وقد خطوا حول ہذہ الارض خطۃ ثم رائت کان ہذہ النخیل قد ضربت الاغصان الارض تضطرب بدم عبیط وکانی بالحسین سخلتی و فرخی و مضغتی و مخی قد غرق فیہ یستغیث فیہ فلا یغاث! الخ۔ گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ کچھ لوگ آسمان سے اُترے ہیں جنکے ہاتھوں میں

سفید علم ہیں، گردنوں میں اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے ہیں، جو چمک رہی ہیں اُنہوں نے اس زمین کے گرد خط کھینچا ہے پھر میں نے اس باغ خرما کو دیکھا کہ اس کے شاخیں زمین پر ٹکرا رہی ہیں، اور خون تازہ میں لوٹ رہی ہیں اور گویا میں اپنے حسینؑ کو دیکھ رہا ہوں جو میرا بچہ، میرا فرزند، میرا پارۂ جگر، اور میرا مغز استخوان ہے وہ اُس خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ استغاثہ کر رہا ہے مگر کوئی اُسکی فریاد کو نہیں پہونچتا!

اس پیشینگوئی کے تمام جملے روز عاشورا صحیح ہو کر رہے، حسینؑ مع اصحاب کے زمین مکہ سے یہاں آئے بھی (جو آسمان سے کسی طرح رتبہ میں کم نہیں) زمین کو خریدا بھی، اس زمین کے گرد خط بھی کھینچا اور قبر کا مقام و نشان بھی بتایا، درختوں کی شاخیں بارِ غم سے جھک بھی پڑیں اور خونمیں لوٹیں بھی، حسینؑ مظلوم غرق دریائے خون بھی ہوا اور فریاد بھی کی مگر کسی نے اسکی فریاد نہ سنی (یہ پیشینگوئی جنگ صفین کی ہے جسکو علمائے اہلسنت نے بھی لکھا ہے۔ دیکھو صواعق محرقہ وغیرہ کتب سیر) اور مثلاً امام حسین علیہ السلام کا یہ ارشاد جو ایک حدیث طویل کے ضمن میں ہے جسے آپ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا تھا "واما حمرۃ قصر الحسین فانہ یقتل ویخمر وجہہ بالدم" یعنی حسینؑ کا قصر جنت میں اس وجہ سے سرخ ہے کہ وہ قتل ہونگے اور ان کا چہرہ (مقدس) خون سے سرخ ہوگا، چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا، پانچویں مسئلہ معاد جسمانی کو بھی حسینؑ کی شہادت نے ثابت کر دیا اور ہونے والی بات کو چشم دید بنا دیا یعنی کہ اسلام کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ ایک نہ ایک روز قیامت ضرور ہوگی اس دن مُردے زندہ ہونگے اور انکو جزا و سزا دیجائیگی اسپر کفار کو بہت سخت اعتراض تھا، کہ کیف یحیی العظام وھی رمیم، پروردگار عالم کیونکر مرنے کے بعد بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کریگا! لیکن حسینؑ نے ظاہری موت اور شہادت کے بعد اپنی زندگی کا بیّن ثبوت دیکر اس اعتراض کو بالکل رفع کر دیا، اور دکھلا دیا کہ اس طرح اُس دن بھی پروردگار عالم مُردوں کو زندہ کریگا جس طرح آج اُس نے مجھے مرنے کے بعد زندہ کر دیا ہے اور مجھ میں وہ تمام طاقتیں واپس کر دی ہیں جو ایک زندہ آدمی کے لئے ضروری ہیں۔

غرض اس شہادت کے مرحلے نے مجموعِ اسلام کو اس طرح بیّن واضح اور اسکی سچائی کو ایسا روشن کر دیا کہ اگر کوئی شخص ذرا بھی غور کرے تو اسکو ہرگز تامل باقی نہیں رہسکتا۔ اور پھر وہ کبھی اسلام کے سوا کسی دین کو قبول نہیں کر سکتا۔ اور یہی بڑی سے بڑی غرض حسین علیہ السلام کے وجود سے تھی جسکو حیاتاً مماتاً دونون حالتون میں آپ نے بطورِ اکمل پورا کر دیا۔ ہان یہی نہیں ہوا کہ اصول اسلام کا ہی ثابت کر دینا آپ کی شہادتِ عظمیٰ کا نتیجہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ہی فروع اسلام کی بنیادون کو بھی مستحکم کر دیا۔ آپ نے اس بے سروسامانی اور بیکسی اور بے بسی میں نماز کا ایسا خیال رکھا کہ کربلا میں باوجود اجتماع مصائبِ عظیمہ کے کسی وقت کی نماز قضا نہ کی بلکہ نماز و عبادت ہی کے لیے اپنے دشمنون سے ایک شب کی مہلت مانگی جس سے آپ اپنے واقعاتِ زندگی کے سننے والون پر ظاہر کریں کہ رسول اللہ نے جو فرمایا ہے کہ الصلوٰۃ عماد الدین یا یہ کہ زینۃ الاسلام یا یہ کہ قبول الاعمال۔ یعنی نماز ستون مذہب ہے جس طرح ستون کے گر جانے سے مکان گر جاتا ہے اُسی طرح نماز کے ترک کر دینے سے مذہب ضایع ہو جاتا ہے اور یہ کہ نماز زینتِ اسلام ہے اور یہ کہ نماز ہی قبول اعمال کا سبب ہے۔ اگر انسان نماز گزار ہے تو اُس کے سارے اعمال قبول ہو سکتے ہیں اور اگر تارک الصلوٰۃ ہے تو اس کا کوئی عمل مقبول نہیں خواہ وہ کیسا ہی عمل ہو۔ وہ بالکل بیجا اور درست اور بیشک واجب العمل تھا کیونکہ جہان شہادت حسینؑ مظلوم کا ذکر کیا جاتا ہے وہان یہ بھی ساتھ ساتھ ہی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے شب عاشور کس خضوع و خشوع سے عبادت کی۔ صبح عاشور کس طرح نماز پڑھی۔ ظہر کے وقت جبکہ ہر طرف سے آپ پر تیر برس رہے تھے اور اکثر رفقا آپ کے شہید ہو چکے تھے دھوپ بھی سخت تھی پیاس بھی بشدت تھی بھوک کا بھی غلبہ تھا۔ عیال و اطفال کی مصیبت بھی پیش نظر تھی۔ ہجوم اعدا بھی تھا۔ ظہر کی نماز آخری پڑھی اور پھر پڑھی۔

اسیطرح عصر کیوقت جو سب سے زیادہ کٹھن وقت تھا۔ آپ کا آخری قدم دُنیا میں تھا اور اول قدم آخرت میں۔ ہزارون زخم بدن پر لگ چکے تھے

اور بہتر سے بھی کچھ زیادہ دل پر جسم نڈھال تھا، خون جسم سے چکا تھا، ہاتھ پاؤں کے قویٰ جواب دے چکے تھے، دل بیٹھا جاتا تھا، بدن میں سستی پڑی ہوئی تھی، آنکھیں بند ہوئی جاتی تھیں، لب و دندان تک زخمی تھے، نمازِ عصر ادا کی اور پھر کس اخلاص سے کہ اس کی قبولیت کا تمغہ فوراً ہی آپ کو دیا گیا کہ زندۂ جاوید ہو گئے۔

روزے کی اہمیت کو بھی آپ نے اس معرکہ میں ثابت ہی کر کے چھوڑا کیونکہ ان تین دنوں میں جبکہ آپ پر پانی بند کیا گیا تھا ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے روزے کی نیت نہ کی ہو، خصوصاً بلحاظ ایسے وقت امتحان کے جس میں تمام رحمتیں ایک مرتبہ آپ کی طرف متوجہ ہو چکی تھیں۔ **حج** کی اہمیت کا اثبات تو آپ کو معلوم ہے ہی کہ سفرِ عراق نہیں کیا جب تک کہ حج کے ارکان کے ادا کرنے کی طرف ہمہ تن توجہ نہ کی ہو اگرچہ یہ حج آپ کا بسبب اضطراب اور ضرورت کے ناتمام رہا مگر آپ نے یہ ضرور ظاہر فرما دیا کہ حج بھی فروعِ اسلام میں نہایت ضروری فرو ہے۔ **جہاد** کی اہمیت کا اثبات تو بیان کی حاجت ہی نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ شہادت ہی آپ کی اُس کے لئے کافی دلیل موجود ہے۔ بایں معنی کہ جب آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ میری بیعت یزید سے اسلام کا نام و نشان برباد کر دے گی، تو کسی طرح اس طرف رُخ نہ کیا جان دیدی اور لڑ کر مرجانا پسند کیا مگر اسلام کی حفاظت مقدم رکھی، یہی نہ معنی جہاد کے ہیں یا کچھ اور۔

پھر ایک اور عظیم الشان نتیجہ جو آپ کی شہادت پر مترتب ہوا، اور جو ہرگز کسی وقت بھولنے کے قابل نہیں ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے مقتول ہونے نے اسلام کے ایک بڑے مرحلہ کو طے کر دیا جس میں آج بہت سے عقلا غلطاں و پیچاں ہیں یعنی کہ آیا قدرت پروردگار عام ہے یا خاص، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قدرت پروردگار عالم خاص ہے اور محدود وہ ہر شے سے اور ہر وقت اُس کا تعلق نہیں ہے جس کا نام عدم تبدیل نیچر رکھا گیا ہے۔ اور معنی یہ بتائے گئے ہیں کہ پروردگار عالم نے جس چیز کو جس حالت پر پیدا کر دیا ہے اور اُس کے لئے جو قانون معین فرما دیا ہے اُس میں ہرگز تبدیلی نہیں ہو سکتی، اور کسی طرح اُسکو تغیر مس نہیں کر سکتا حتیٰ کہ خود پروردگار عالم بھی اپنا قانون بنانے کے بعد اُسکی تبدیلی سے قاصر ہے۔ لیکن حسین شہید اسلام نے اپنی شہادت کے بعد کتنے ہی قانونِ قدرت میں تبدیلیاں دکھا کر

دنیا پر واضح کر دیا کہ ہرگز ہمارا پروردگار کسی قانون کے آگے مجبور نہیں ہے اور اسکی قدرت نیچر کے توڑ دینے سے قاصر نہیں، یہ بالکل غلط ہے کہ نیچر نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ اس مطلب کے ثابت کرنے کے لیے حسین علیہ السلام نے بیشمار مثالیں اپنے افعال سے بیان فرما دیں۔ اگرچہ ایک مثال بھی اثبات دعوے کیلئے کافی تھی مگر چونکہ آدمی قلیل التدبر ہے اس وجہ سے کئی کئی باتیں ایسی پیش کر دیا تاکہ ہر کہ و مہ پر یہ مسئلہ مخفی نہ ہے اور کئی کئی باتیں سننے اور دیکھنے کے بعد بحث و اتفاق کا خیال نہ پیدا ہونے پائے اب سنئے وہ نیچر شکن مثالیں جن سے پشت ایمان مستحکم ہوتی ہے اور مسئلہ اعجاز پر پوری روشنی پڑتی ہے اول یہ کہ آفتاب کا قانون ہے کہ جب اس میں گہن لگے تو مہینے کے آخری حصے میں مثلاً اٹھائیس تاریخ کو یہ قانون ایسا ہے جو ابتدائے دنیا سے اس وقت تک چلا آتا ہے کبھی اس میں تغیر نہیں ہوا مگر حسینؑ کی شہادت نے بتا دیا کہ یہ قانون ابدی نہیں ہے اور اس کا بدلنا محال نہیں۔ بلکہ خدائی قدرت کا تعلق اس کی رفع اقامت سے اب بھی باقی ہے۔ چنانچہ دسویں تاریخ محرم سنہ ۶۱ھ میں دوپہر کے بعد یہ قانون ٹوٹا اور آفتاب کو گہن لگا۔ اب چاہو اسی حسینؑ کا معجزہ کہو، یا قانون نیچر کی تبدیلی، جو چاہو کہو مطلب حسینؑ کا حاصل ہے یعنی اثبات اس امر کا کہ پروردگار عالم کسی قاعدہ کی جکڑ بند میں پھنسا ہوا نہیں ہے بل یداہ مبسوطتان، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور اسکی قدرت کاملہ عام ہے) دوم آفتاب کا یہ قانون ہے کہ سال میں ایک مرتبہ اسے گہن لگے نہ دو چار مرتبہ، مگر حسینؑ کی شہادت نے بتایا کہ یہ قانون بھی ناقابل تبدل نہیں بلکہ بہت آسانی سے بدلا جا سکتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد شہادت اس مقدس مظلوم کے چھ مہینے تک اور بقولے کچھ کم و بیش آفتاب کو گہن لگا رہا اور دنیا کی آنکھوں نے اسے کھلے خزانے دیکھا جس میں ہرگز شبہ کو راہ نہیں۔ سوم زمین کا قانون ہے کہ وہ خشک اور سرد ہے اگر کبھی اس سے کسی قسم کی جوشش پیدا ہو تو پانی ہی کی نہ کسی اور چیز کی، کیونکہ زمین پانی کا خزانہ ہے۔ لیکن حسینؑ کی شہادت نے دنیا کو بتا دیا کہ یہ قانون بھی پلٹ

سکتا ہے اور بجائے پانی کے زمین سے خون بھی اُبل سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا
کہ دسویں تاریخ سے لے کر کئی مہینے تک زمین خون کے آنسوؤں سے روتی
رہی یا یوں کہو کہ زمین سے بجائے پانی کے خون اُبلتا رہا۔ چہارم جو اشیائے زائد کہ
جسم حیوان سے خارج ہوتی ہیں اُن کا عام قاعدہ ہے کہ مرور ایام پر وہ خاک ہو
جائیں اور خاک خاک میں مل جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کوئی ایسی چیز زمانہ دراز
تک اپنی ایک حالت پر قائم رہکر پھر از سر نو تری اور رطوبت پیدا کر کے اپنی
تازگی کی مثال قائم کرے لیکن حسینی شہادت نے اس بات کو بتا دیا کہ حسین
کی مینگنیاں جو امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب نے بطور امانت ابن عباسؓ کے پاس
رکھوا دی تھیں، وہ عصر عاشورہ ۶۱ھ ہجری خون ہو کر بہ نکلیں اگر اعتبار نہ ہو تو دیکھو
ابن عباسؓ کی آستین کو مسجد رسولؐ میں کیا حالت ہے۔ پنجم مانی ہوئی بات ہے
کہ انسان اُس وقت تک کلام کر سکتا ہے جب تک اُس کے سر کو جسم سے تعلق
ہے ادھر وہ تعلق علیحدہ ہوا اُدھر سکوت ہوا۔ آج تک اس کے برخلاف کہیں
دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ لیکن حسین علیہ السلام نے اس قانون کو بھی توڑا
اور بالائے نیزہ آیۃ "سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" اور سورہ کہف
خصوصاً "ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا" کی تلاوت کر کے دنیا پر
واضح کر دیا کہ یہ مسئلہ ہرگز قابل تسلیم نہیں کہ آدمی کا سر بعد جسم سے جدا ہونے کے
کلام نہیں کر سکتا بلکہ جس خدا نے اس سر و جسم کو پیدا کیا ہے اور جس نے بحالت
حیات اس میں یہ قوت مرحمت فرمائی ہے کہ گفتگو کر سکے وہی خدا اب بھی موجود
ہے اور اُسے قدرت حاصل ہے کہ بحالت انفصال سر و جسم بھی اُسی تکلم پر
قادر کرے۔ یہ واقعہ یعنی سر امام علیہ السلام کا تکلم کچھ ایک ہی مرتبہ نہیں ہوا ہے
بلکہ متعدد مرتبہ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام جانے تک ہوا ہے جس پر کتب
تواریخ شاہد ہیں اور عوام اہل اسلام نے تسلیم بھی کیا ہے۔ ششم درندگان
صحرا کا۔ یہ بھی واقع ہوا ہے کہ وہ اگر کسی زندہ یا مُردہ حیوان کو پائیں تو اُسے
پھاڑ ڈالیں اور اگر بھوکے ہوں تو اُسے کھا بھی جائیں یہ ایک ایسی محسوس
اور متیقن بات ہے جس سے انکار نازیبا ہے۔ لیکن اس مقام پر ملاحظہ کیجئے کہ

مقدس حسین شہید اور اُن کے پاک اصحاب کی لاشیں چٹیل میدان میں کربلا کے
پڑی ہوئی ہیں درندوں اور وحشیوں کا مجمع ہے مگر بجائے اس کے کہ وہ
جانوران لاشوں کو کسی قسم کا ضرر پہونچائیں نگرانی و حفاظت کر رہے ہیں بلکہ اس
طرح فریاد کی آواز اُن کے گرد بلند کئے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی
کسی عزیز پر نالہ و فغان کر رہا ہے کیا یہ امام حسین علیہ السلام کا معجزہ نہیں؟ اور کیا
اس سے نیچر شکنی پر مثال نہیں لا سکتے؟ ہفتم قانون قدرت ہر جسم کیلئے
یہ بنا ہے کہ جب اُس سے سر کو علیحدہ کر دیا جائے تو اُس سے خون بہیگا۔ مگر
اُتنی دیر تک کہ جب تک سر و جسم میں حرارت باقی ہے۔ جب روح نکل گئی اور
گرمی جسم کی فنا ہو گئی تو پھر خون باقی نہیں رہتا بلکہ خشک ہو جاتا ہے لیکن
اس قانون کو بھی حسین علیہ السلام نے اپنے افعال سے توڑا۔ جب یہ سر اقدس
جسم سے علیحدہ ہو کر کوفہ میں پہنچا ہے اُسوقت تک اُس سے خون جاری تھا
ابن زیاد لعین نے خوشی کے مارے اُسے ہاتھ میں لیکر اپنے زانو پر رکھ لیا
خون ٹپکا اور زانو میں اُس کے زخم پیدا ہو گیا جو مدت العمر مندمل نہ ہوا یہاں
تک کہ اُس زخم کی عفونت کی وجہ سے اُس بدبخت کو مشک ہمراہ رکھنی پڑتی
تھی نیز جب یہ سرِ اقدس بازارِ کوفہ میں پہنچا ہے اور کسی بدنصیب عورت نے
اس پر بغرض بے ادبی پتھر مارا ہے تو فوراً اُس سے خون تازہ بہنے لگا۔
جس کو ایک عالم کی آنکھوں نے دیکھا کیونکہ وہ وقت ایسا تھا کہ بازار کوفہ
تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہشتم نیچر فضائے آسمان اور ابر کا یہی ہے کہ ہمیشہ
اُس سے مینہ برسے جسے پانی کہتے ہیں۔ آسمان سے خون برسنے کا کوئی قانون
قدرت نہیں ہے اور نہ اسکی کوئی مثال تاریخی حیثیت سے پیش کیجا سکتی
ہے لیکن واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ آسمان
سے برخلاف اس کی فطرت قدیمہ کے خون بھی برس سکتا ہے۔ دیکھو کتاب

دلائل النبوۃ ابو نعیم اور کتاب المعرفۃ نووی۔ لما قتل الحسین امطرت السماء دما و
حبابنا و جرارنا صارت مملوۃ دما۔ جب حسین علیہ السلام قتل کئے گئے تو فلک
آسمان سے خون برسا اور اتنا برسا کہ ہمارے ظروف آب خون سے بھر گئے۔

نہم:- ورس ایک قسم کی گھانس ہے جس سے ہاتھ پاؤں رنگین کئے جاتے ہیں اور یہ ملک یمن میں پیدا ہوتی ہے، عرب اُسکو خضاب کی جگہ کثرت سے استعمال کرتے ہیں اس کا اثر یہ ہے کہ اس کے لگانے سے ہاتھ سرخ ہوں اور یہی اس کا قانونِ فطرت ہے، لیکن واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام نے اس نیچر کو بھی توڑا اور بتلادیا کہ اس کے استعمال سے بجائے سرخ ہونے کے مقامات استعمال مبروص بھی ہوجاتے ہیں۔ دیکھو تاریخ بغداد وغیرہ کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ محمد بن الحکم عن امہٖ قالت انتھب الناس ورسا من عسکر الحسینؑ فما استعملتہ امراۃ الا برصت۔ محمد بن حکم اپنی ماں سے روایت کرتا ہے کہ لشکر امام حسین علیہ السلام سے لوگوں (لشکر ابن زیاد) نے ورس کو لوٹا تھا تو جس عورت نے اُسے استعمال کیا اُسے برص کا مرض ہو گیا۔

دہم:- پانی کا نیچر یہ ہے کہ اگر اُسے نشیب کیطرف بہایا جائے تو بہت تیزی کے ساتھ جاتا ہے اور اگر بلندی کیطرف رواں کیا جائے تو ہرگز نہ جائیگا۔ یہ اسکی ایک فطرت ہے جس سے تخلف ناممکن عادی ہے لیکن حسین علیہ السلام کی اس شہادتِ عظمیٰ نے پانی کے اس قانون کو بھی باطل کردیا اور عمومِ قدرت خدا تعالےٰ کو عالم پر واضح فرمادیا دیکھو بحکم متوکل عباسی جبکہ نہر کاٹ کر پانی لایا گیا ہے اور قبرِ امام حسین علیہ السلام کیجانب نشیب کردیا گیا ہے کہ نہر کا پانی قبر حسینؑ کو غرق کرکے اُس کا نشان تک مٹادے تو پانی چاروں طرف قبر مقدس کے ٹھہر گیا، ہر چند کوشش کی گئی کہ پانی آگے بڑھے اور قبر کو محیط ہوجائے مگر نہوا پر نہوا، چنانچہ خود افسر فوج متوکل کا بیان ہے جو بغرض مٹانے نشان قبر کے کربلا میں بھیجا گیا تھا۔ کلما اجریت الماء الی قبر الحسین غار وحار واستدار ولم یصل الی قبر الحسینؑ قطرۃ۔ جس قدر بھی میں نے پانی کو قبر حسینؑ کی طرف بہایا وہ زمین میں جذب ہوتا رہا، اور وہاں تک پہونچنے سے حیران رہا، اور چاروں طرف قبر کے پھیل گیا، قبر حسینؑ تک ایک قطرہ بھی نہ پہونچا۔ یازدہم زمین کا ہرگز یہ قانون نہیں ہے کہ جب اُس کی نشانیوں کو مٹادیا جائے تو فوراً اپنی اصلی حالت پر آجائے، لیکن حسینؑ کی شہادت نے

اسے بھی طے کر دیا کہ زمین کے کسی نشان کو مٹا دینے کے بعد فوراً اپنی اصلی حالت پر عود کر سکتا ہے سترہ مرتبہ قبر امام حسین علیہ السلام پر متوکل وغیرہ عباسی خلفا کے حکم سے ہل چلائے گئے اور نشان قبر مٹایا گیا، مگر ہر مرتبہ قبر مقدس اپنی اصلی صورت پر واپس آ گئی، اور کچھ اس تخریب کا اثر قبر منور پر باقی نہ رہا۔

صاحب مناقب لکھتے ہیں انّ الحراث حرث سبع عشرة مرة والقبر یرجع الی حالہ

فلما نظر الحراث الی ذالک آمن باللہ وحل البقر فاخبر المتوکل فامر بقتلہ، ہل چلانے والے نے سترہ مرتبہ ہل چلایا مگر ہر مرتبہ قبر امام حسین علیہ السلام اپنی حالت اصلیہ پر آ جاتی تھی، جب اُس نے یہ دیکھا تو مومن ہو گیا اور بیلوں کو کھول دیا، یہ خبر متوکل کو ملی تو اُس نے اُس کے قتل کا حکم دیا، علیٰ ہذا القیاس اور بھی بہت سے اُمور ہیں جو شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد واقع ہوئے جو بالکل قانونِ فطرت عام کے برخلاف تھے جن میں سے اس وقت صرف یہ گیارہ خلاف قانون فطرت باتیں دکھلائی گئی ہیں کیونکہ اصل دعوے کے ثابت کرنے کے لیے اتنا کافی ہے یعنی کہ حسین علیہ السلام کی شہادت نے خلق اللہ پر واضح کر دیا کہ پروردگار عالم ہرگز پابند نیچر نہیں ہے بلکہ جس طرح اُسی کبھی نیچر کے لیے کوئی قانون بنائے وقت اختیار تام حاصل تھا، اب بھی اُس کو اختیار کلّی حاصل ہے اگر چاہے تو اُس قانون کو توڑ سکتا ہے اور اس ذریعہ سے جناب سید الشہداء نے گویا تمام انبیاء کے معجزات کی تصدیق بھی کر دی اسلیے کہ وہ معجزات بھی بسبب اسکے کہ خلافِ نیچر تھے عام فلسفیوں کی دماغ انکی تصحیح و تصدیق میں کمال متردد تھے لیکن جبکہ حضرت نے بیسیوں قانون قدرت کو اپنی ایک شہادت کے ذریعہ سے توڑ کر بتلا دیا کہ نیچر ضرور بدل سکتا ہے تو اب کوئی وجہ معجزات سابقہ کی انکار کی نہ رہی اور نہ کسی فلسفی کو آئندہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ عصائے موسیٰ کے اژدہا ہو جانے سے یا مُردوں کے زندہ ہو جانے سے یا مسیح کے شفا بخشنے سے انکار کر سکے کیونکہ اُن سے زیادہ عجیب وغریب تبدیلیاں نیچر کی اُس نے حسینؑ کے مقدس ہاتھوں سے دیکھ لیں، وکفیٰ بذالک شہیدا۔

یہ کمال کس فعل میں ہے، یہ قوت کس تدبیر میں ہے، یہ فصاحت کس بیان میں ہے، یہ تاثیر کس عمل میں ہے، یہ فوائد کس صنعت وحکمت میں ہیں، جو حسینؑ کی بزبان شہادت میں پائی گئی، یہ شہادت واعظ شیریں بیان بھی ہے یہ شہادت حکیم سیاسی بھی ہے، یہی شہادت مسخر القلوب بھی ہے، یہی شہادت محکم بنیاد اسلام وایمان بھی ہے، یہی شہادت آیۃ اللہ بھی ہے اور یہی شہادت آنکھوں کو رولانے والی اور دلوں کو حد درجہ غمگین کردینے والی بھی، کبھی تو یہ شہادت سیاست کا سبق سکھاتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ ایک اولوالعزم بادشاہ کو کیسا استقلال لازم ہے، اور اپنے ارادوں کے پورا کرنے میں کس طرح جان کو لڑا دینا لازم ہے کبھی یہ شہادت جب خرق عادات اور ابطال نیچر پر آتی ہے تو ایسے ایسے عجیب وغریب معجزے دکھاتی ہے جس سے شان خدائی نظر آنے لگتی ہے اور انسان غافل ایک مرتبہ چونک اٹھتا اور پکار کر کہنے لگتا ہے کہ بیشک اے حسینؑ تیری حیات اور تیری وفات دونوں ہی عجیب آیۃ اللہ ہیں، جس کے بعد کسی دوسری دلیل اور کسی دوسرے نشان کی تلاش محض بے سود اور کوشش بے نفع ہے کبھی یہی شہادت جب دلوں پر قبضہ کرنے پر آتی ہے تو آدمیوں کے دلوں کو اپنی طرف جذب کرلیتی ہے، حیوانات کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے، جنوں کے قلوب کو اپنی طرف، ملائکہ کے نفوس قدسیہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے، یہاں تک کہ بیجان چیزوں پر بھی اپنا سکہ جماتی اور انہیں اپنا طرفدار غالب بنالیتی ہے جیسا کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ حسینی شہادت نے نہ خاص اپنے خاندانی ہمرنگوں ہی کے دلوں پر قبضہ کرلیا ہے، بلکہ اہلسنت کے دلوں پر بھی تسلط حاصل کرلیا ہے، ہندوؤں کے دلوں پر بھی قبضہ کرلیا ہے، عیسائیوں کے دلوں پر بھی سکہ جمالیا ہے اور حیوانات کے دلوں پر بھی، سنیوں سے اس نے اپنا مرثیہ پڑھوالیا، اپنے نام کی شبیہیں رکھوالیں، اپنی یادگار کا علم کھڑا کرالیا، اور اپنی ضریح کی یادگار میں بھی تعزیہ بنوا ہی چھوڑا، گو بعض ناصبی مزاج آدمی مخالف ہی رہے، ہندوؤں سے بھی اپنے نوحے پڑھوائے، اپنے نام کی مجلسیں کرائیں،

اپنے مرثیہ کہلوائے؛ اپنے تعزیہ رکھوائے؛ اپنے علم اُٹھوائے؛ اور اپنے نام کے چوک ان کے ہاتھون سے بنوا ہی لئے؛ جس پر اُنہیں فخر بھی ہے؛ عیسائیون سے بھی اپنا کلمہ پڑھوایا؛ اپنی تعریف کرائی؛ اپنی عملی حکمتون کا راگ گوایا؛ اپنی تدبیرونکی تعریف کرائی اور اپنی سچی تاریخ اُنہیں کے ہاتھون سے لکھوائی؛ گو وہ حسینؑ کے نانا کے سخت مخالف ہیں مگر حسینؑ کے نہائت درجہ موافق اور اسکی عقلی تدبیرون کے کلمہ خوان (دیکھو تاریخ مسٹر گبن وغیرہ) حیوانات میں سے دیکھو ذوالجناح کو کیسا ہی سرکش گھوڑا کیسا ہی مونہ زور جانور ہو لیکن جو ہیں اُسے ذوالجناح کے نام سے پکارا؛ اور اسکی پیٹھ پر ساز و سامان رکھا اور وہ نرم ہو گیا؛ اب چاہو اُس کے پاؤن سے لپٹو چاہو اُسکی گردنمیں باہیں ڈال دو؛ چاہو اُس کی سُمون پر اپنا سر رکھدو مگر وہ ذرا سر نہیں ہلاتا اور کسی طرح کا کسی کو ضرر نہیں پہونچاتا؛ اس کا نام اگر تسخیر قلوب عالم نہیں ہے تو اور کیا ہے کوئی ہمیں جواب دے کبھی یہ شہادت ایک اعلیٰ درجہ کی فصیح واعظ کا کام کرتی ہے کہ ایک طرف تو اصول مذہب کو ثابت کرتی ہے اور دوسری طرف فروع مذہب کو؛ ایک طرف ارکان اسلام کو مضبوط کرتی ہے؛ اور دوسری طرف جو اُس پر شبہات واقع ہوتے ہیں ان کا دفعیہ بھی کرتی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے سُنا؛

اور کبھی یہی شہادت ہم کو ایک مؤدب کامل بنکر اخلاق حسنہ اور مکارم عادات اور محامد صفات کا سبق پڑھاتی ہے؛

کبھی کہتی ہے کہ دیکھو حُسن طلبی نہائت اہم اور ضروری چیز ہے اور ایسی اہم کہ اگر جان پر بھی بن جائے تو اس سے دستکش نہونا چاہیئے جیساکہ حسینؑ نے کیا کہ ہزارون زخم جسم پر لگے؛ تین دن بھوکا پیاسا رہا؛ بچے بھوک پیاس سے تباہ ہوئے؛ اپنی صلبی اولاد معرضِ ہلاکت میں آئی؛ اپنا گھر لُٹا اپنے کنبے کے لوگ مارے گئے؛ اپنا سر کٹا۔ اپنی آنکھون کے سامنے جوان فرزند جوان بھائی جوان بھتیجے نے زخمی ہوکر جان دی؛ اپنے اہل حرم قید ہوئے۔ اپنا علیل فرزند مقید ہوکر شہرون شہرون پھرا مگر حسینؑ نے

ہرگز حق کی طرف سے منہ نہ پھیرا! اور ناحق کی جنبہ داری نہ کی؛ اگر تم مرد ہو تو تمہیں بھی حق کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہیئے؛ کبھی کہتی ہے کہ مرد وہی ہے جو اپنے ارادوں میں مستقل رہے؛ جو بات اپنی زبان سے کہے اُسے آخر تک نباہے۔ کبھی کسی مخالف ہوا کی جھونکوں کی پروا نہ کرے راہ مردانگی سے قدم پیچھے نہ ہٹائے؛ جیسا حسینؑ نے کیا کہ کتنے ہی بلاؤں کے پہاڑ سر پر ٹوٹ پڑے مگر استقلال کو ہاتھ سے جانے نہ دیا!

کبھی بتاتی ہے کہ سچائی کبھی بے ثمر نہیں رہتی اور حق کبھی مغلوب نہیں ہوتا چاہے اُس کے مقابلہ میں تمام دُنیا بلکہ تمام آسمان و زمین کی مخلوقات کھڑی ہو جائیں۔ دیکھو حسینؑ نے سچائی کا ساتھ دیا تو اُسکا وہ ثمر پایا کہ تیرہ سو برس ہو چکے ہیں مگر آج تک دنیا اُنہیں کی کلمہ گو ہے اُنہیں کا نام ممبروں پر لیا جاتا ہے اُنہیں کا ذکر زبان مخلوق میں ہے اُنہیں کے حق کی قسم کھائی جاتی ہے اور اُنہیں کی جانب حق بیان کیا جاتا ہے اگرچہ اہل دنیا نے ہزارہا کوششیں کریں کہ حسینؑ کے نام کو مٹائیں حسینؑ کی حقیقت کو چھپائیں حسینؑ کا ذکر زبانوں سے ترک کرائیں اور حسینؑ کی یاد دلوں سے بھلائیں مگر خاک بھی نہ بنا سکے! اور کچھ بھی نہ کر سکے!

کبھی یہ بتاتی ہے کہ دیکھو تم کیسی ہی مصیبت میں مُبتلا ہو جاؤ؛ کیسی ہی کٹھن تمہارے سامنے آوے کتنا ہی بڑا پہاڑ آفت کا تمہارے سر پر ٹوٹے مگر خدا کی یاد کو ہرگز دل سے نہ بھلانا اور اُس کے ذکر کو ہرگز زبان سے نہ ترک کرنا اس کی فکر سے کسی منٹ میں نہ غافل رہنا جیسا کہ حسینؑ نے کیا کہ عاشورہ کے دن کیسا غضب کا وقت حسینؑ پر پڑا تھا مگر اس نازپروردۂ رسولؐ نے ایک دقیقہ کے لئے بھی اپنے خالق کی یاد میں غفلت نہ کی؛ نماز صبح بھی استقلال سے پڑھی؛ نماز ظہر بھی اُسی طرح ادا کی اور نمازِ عصر پر تو خاتمہ یادِ الٰہی کر دیا!

علاوہ اس کے بھی جب کوئی کلمہ زبان سے نکالا تو حمدِ خدا کے متعلق؛ جب کوئی بات کی تو شکرِ خدا کے متعلق؛ جب کوئی جملہ زبان سے کہا تو ترغیب ثواب یا تخویفِ عذاب میں نہ اس کے ماسوا؛

کبھی یہ بتاتی ہے کہ دیکھو حکم پروردگار اور اس کی مصلحت و مشیّت کو کوئی نہیں بدل سکتا جو اس کی مشیت میں گذرا ہے وہی ہو کر رہے گا؛ اور جو وہ چاہتا ہے

وہی کرتا ہے۔ پس ایسی حالت میں تمہیں سوائے صبر کے اور کچھ نہ کرنا چاہیئے! اسلیئے کہ اگر بے صبری بھی کروگے! ہزار ہائے وائے بھی کروگے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا سوائے ندامت وحسرت کے البتہ اگر صبر سے کام لوگے تو آخروہ بلا ٹل بھی جائیگی اور دنیا اور آخرت دونوں میں محمود بھی رہوگے۔ جیسا کہ حسینؑ نے کیا کہ جب اس امر کو سمجھ گئے کہ یہی مرضئ پروردگار عالم ہے تو پھر بالکل اس بات کی خواہش نہ کی کہ یہ مصیبت کا پہاڑ میرے سر سے ٹلے اور یہ بلا کی آندھی مجھ پر نہ چلے بلکہ سکوت وصبر ہی سے کام لیا جس کا انجام یہ ہوا۔ کہ آج تمام عالم حسینؑ کا مداح ہے اور تمام اہل دل حسینؑ کی تقلید کرنے کو اپنا فخر جانتے ہیں!

کبھی یہ بتاتی ہے کہ آدمی کیسی ہی سختی میں پھنس گیا ہو مگر اپنے بنی نوع کی ہمدردی کا خیال ہرگز دل سے علیحدہ نہ کرے اور انکی خیرخواہی کا مطلب ہر وقت پیش نظر رکھے۔ جس طرح حسینؑ نے کیا کہ اگرچہ اشقیائے کوفہ وشام نے اُن پر کیسی کیسی سختیاں کیں کس کس طرح اُن پر ظلم وستم روا رکھے مگر آپ نے آخروقت تک بھی دشمنوں کو وعظ ہی کیا اور ان کو ہدائت ہی کرتے رہے اور یہی چاہتے رہے کہ اب بھی یہ اپنی ناشائستہ حرکتوں سے باز آویں اور ابدی عذاب کے مستحق نہ بنیں گو اُن لوگوں نے اپنے طغیان کی وجہ سے آپ کے کلام پر عمل نہ کیا مگر آپ نے اپنا فرض پورا ہی کردیا!

کبھی یہ بتاتی ہے کہ طمع زر اور ہوس جاہ کچھ فائدہ مند نہیں اور اس سے بے پروائی کرنی کچھ مُضر نہیں یزید اور اُس کے تابعین نے جاہ کی ہوس زر کی طمع مال کی محبت میں ایمان کو کھویا مگر کچھ دنوں بھی اُس سے فائدہ نہ اُٹھا سکے تباہ ہوگئے! برباد ہوگئے! اُن کے نام ونشان مٹ گئے اُن کے تاج وتخت کو زمانے نے فوراً ہی تاخت وتاراج کرلیا اور جو حسینؑ نے ہوس جاہ ومال سے دست کشی کی تو آج سب کچھ اُن ہی کا ہے۔ آسمان بھی اُن کا ہے زمین بھی اُنکی۔ دل بھی اُن کے ہیں! اور روحیں بھی اُن کی! بلکہ یوں کہنا زیبا ہے کہ جو کچھ بھی عالمِ کون ومکان میں ہے وہ سب حسینؑ ہی کے قبضہ میں ہے حتیٰ کہ پروردگارِ عالم بھی اُن ہی کا طرفدار غالب ہے!

کبھی یہ بتاتی ہے کہ آدمی کو مخالفین حق سے ہمیشہ نفرت کرنی چاہیئے اور اُن کی طرف کبھی رُخ نکرنا چاہیئے گو اس میں نقصان ہی ہو۔ اور اگرچہ اس مخالفت میں اپنی جان ہی کیوں نہ جائے جیسا کہ حسینؑ نے کیا کہ یزید اور اُس کے طرفداروں سے جو حق کی مخالفت پر قسم کھائی تھی حسینؑ نے اُن سے پوری نفرت ظاہر فرمائی اور کسی طرح بھی اُن کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا اور ہرگز بھی ان کی ظاہری شان و شوکت کے آگے نہ جھکے۔ گو اس میں ان کو ظاہری نقصان پہونچا۔ یہان تک کہ وہ خود اور اُن کا بہت بڑا کنبہ اور احباب کا جتھا مارا گیا اور بظاہر بیحد ایذائیں پہنچیں۔

کبھی یہ بتاتی ہے کہ مردانگی اور شجاعت کے ساتھ جان دینا ذلّت کی حیات اور خواری کی زندگی اور بے دینی کی بقا سے ہزار گونہ بہتر ہے جیسا حسینؑ نے کیا کہ یزید شرابی و فاسق اور دعی کے ہاتھ پر بیعت کر لینا چونکہ انتہائی ذلّت تھی اور نہایت درجہ کی مہانت و خواری تھی اس لئے مرجانا پسند کیا مگر اس طرح ذلیل ہو کر زندہ رہنا ہرگز قبول نہ کیا۔

کبھی یہ بتاتی ہے کہ خدا کے حکم کے مقابلہ میں دنیا و ما فیہا سب ہیچ ہے اور کچھ بھی کسی کی وقعت نہیں ہے اگرچہ سلطنت ہفت اقلیم کیوں نہو۔ جیسا کہ حسینؑ نے سمجھا کہ عدم اطاعت فاسق کا حکم جو اُن کو خدا کی طرف سے قرآن میں مل چکا تھا۔ اُس کے مقابلہ میں کسی طرح سلطنت دنیا کا اثر قبول نہ کیا ہر چند آپ کو طمع مال و زر دیگئی۔ اور بظاہر یہ سچ بھی معلوم ہوتا تھا کہ اگر آپ یزید کے طرفدار ہو جاتے تو بقیہ زندگی آپ کی بہت آسائش سے بسر ہوتی مگر چونکہ ایک طرف حکم خدا تھا اور دوسری طرف اس کی ضد تو ہرگز آپ کی کانشنس نے گوارا نہ کیا کہ اسکو اسپر ترجیح دیں چاہے کچھ ہی اپنے اوپر گذری چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کبھی یہ بتاتی ہے کہ موت سے ڈرنا حمقاء کا کام ہے اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دینا نادانوں کی رائے۔ اِسلیئے سوائے زحمت کے اور کچھ نہیں ہے اور سوائے غم کے خوشی کا منہ دیکھنا بالکل کمیاب۔ ہان موت ہی ابدی راحت کا ذریعہ ہے اور جسمانی تعلقات کا قطع ہو جانا دنیاوی مخمصون سے چھوٹ جانے کا آلہ۔ لہذا ہر عاقل کو چاہیئے کہ موت کی پروا نہ کرے اور مرجانے سے بالکل نہ ڈرے۔ کیونکہ اس ذریعے

ابدی راحت میں داخل ہوتا ہے اور فکر و غم و اندوہ و الم سے چھوٹتا ہے خدا کی پاک بادشاہی میں قدم رکھتا ہے اور نعم آخرت سے لذت اُٹھانے کو جا رہا ہے، جیسا کہ حسینؑ نے کیا کہ ہرچند آپ کو موت اپنے بڑے لمبے لمبے اور تیز دانت نکال کر ڈرا رہی تھی اور ہزارون حربے دکھا دکھا کر ہیبت کا سکّہ آپکے دل پر بٹھا رہی تھی مگر اس ازلی سعید اور ابدی فائز نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ نہایت مردانگی کے ساتھ موت کے دریا میں کود پڑے اور تمام کشمکشون کی موجونکو چیرتے ہوئے کنارۂ رحمت ایزدی تک پہونچ گئے جس کے بعد پھر کبھی کوئی زحمت نہیں، اور جس کے ساتھ پھر کسی الم و رنج کا کھٹکا ہی باقی نہ رہا، انسانکو انکی تقلید لازم ہے اور ایسی ہی مردانگی کی تبعیت واجب ہے کیونکہ مقتضائے عقل یہی ہے اور ما سوا سب لغو محض ؛

جب شہادت امام مظلوم کربلا حسینؑ روحی لہ الفدا اس قدر مؤثر اس قدر مفید اور ایسی نتائج خیز ہے اور ایسی قوی اور طاقتور جسے کوئی دنیاوی طاقت مغلوب نہیں کرسکتی، جس کی حکومت کا سکّہ دل پر بیٹھا ہوا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بتر اس کی یاد تازہ نہ کی جائے اور ہمیشہ اُس کا وظیفہ نہ پڑھا جائے بلکہ شب و روز کی ساعات میں سے کوئی ساعت بلکہ کوئی دقیقہ اس سے خالی نہ دیا جائے ؛

خوش قسمت ہے وہ جو ہمیشہ اُس کا ورد رکھتا ہے نیکبخت ہے وہ جس نے حسینی تذکرہ کو اپنی زندگی کے کامون کا شریک غالب بنایا ہے، کامیاب ہے وہ دل جس میں حسینی شہادت کی یاد آتی رہتی ہے خنک ہیں وہ آنکھیں جو مصائب حسینؑ کے تذکرہ کے وقت گریان ہو جایا کرتی ہیں ؛

اُسی کے مقابلے میں بدقسمت ہے وہ شخص جس کے نام پر حسینؑ کے غم کی فال نہیں نکلی، بدبخت ہے وہ شخص جو اس مصیبت کے تذکرہ سے حصہ نہیں لیتا یا کسی دوسرے حصہ لینے والون کو روکنا چاہتا ہے ناکامیاب ہے وہ دل جس میں حسینؑ غریب کا خیال نہیں آتا، اور اگر آتا بھی ہے تو وہ اُسی معمولی خیال سمجھکر ٹال دیتا ہے سنگین اور گرم ہیں وہ آنکھیں جنمیں سے حسینؑ کے نام کا آنسو نہیں نکلتا مگر وہ اُن گندیدہ مردون کے غم میں اشکبار ہوتے ہیں احمق ہے وہ شخص جو ایسے عظیم

فائدہ رسان نسخہ کو استعمال نہیں کرتا مریض ہے وہ عقل جو اس بہترین نفع بخش معجون کی حقیقت کو نہیں سمجھے بلکہ میں تو یہ کہتا ہون کہ جبکہ حسینی واقعہ سے متاثر ہونا ایک لازمہ نفس بشری بات ہوگئی ہے اور اس نے بہر تمام دلون پر سکہ بٹھا لینے کو اپنا فرض سمجھا کہ سوائے اُن چند دلون کے جو معکوس پیدا کئے گئے ہیں یا وہ کہ جو بسبب بغض اہل اللہ کے سیاہ پڑگئے ہیں یا وہ کہ جنکو معصیتونکی تاریکی نے بالکل سیاہ کردیا تو اگر کوئی بے عقل اس امر کی کوشش بھی کریگا کہ اس تذکرہ کو مٹائے اور اس کے اثر کو زائل کرے تو گویا الٰہی قوت کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے؛

خدا نے چاہا کہ اسلام دُنیا میں رائج ہو اس کا سکّہ چار دانگ عالم میں جاری ہو اس کا علم ہر حصۂ زمین پر بلند ہو۔ اس کا نام ہر روز پانچ مرتبہ سے زیادہ لیا جائے اور یوماً فیوماً اس کا اثر دلون میں داخل ہوتا جائے؛ تو کیا کیا ابوجہل کی مخالف کوششون نے ابوسفیان کی معاندانہ کارروائیون نے ولید بن مغیرہ کی متعصبانہ جانفشانیون نے اور دیگر اصنام پرستون اور ان کی امثال کے ایڑی چوٹی کے زور لگا لینے نے؛ آخر سب کی کوششیں برباد ہوگئیں اور اسلام کا نام روشن ہی ہوکر رہا؛ اسیطرح جبکہ خدائی مشیت میں یہ گذر چکا ہے کہ اس کا نام عالم کے ہر حصہ میں لیا جائے گا؛ ان کا مقدس ذکر ہر زبان پر جاری ہوکر رہیگا؛ انکی یاد ہمیشہ تازہ کی جایا کرے گی؛ انکی ہمدردی پر ہر اہل دل کا قلب مفطور ہوگا تو چند ناعاقبت اندیش آدمیون کی مخالف تدبیریں اُس کا کیا بنا سکتی ہیں کوئی کتنا ہی سر پیٹے؛ ہاتھ پر ہاتھ مارے غل مچائے شور و غوغا کرے؛ منافقانہ برتاؤ سے حسینؑ کا دشمن بنے؛ لیکن اس میں حسین علیہ السلام کا کچھ ضرر ہے اور نہ کبھی شہادت؛ کا تذکرہ دلون سے محو ہو سکتا ہے؛

اس زمانے میں جبکہ عقل و روشنی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے اور تجربات نے آنکھونکو بینا؛ کانون کو شنوا؛ اور دلون کو باخبر کردیا ہے؛ بعض ایسے خوش دماغ لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں جو اپنے صرف شور و غوغا اور ہائے واویلا کے ذریعہ سے چاہتے ہیں کہ مجالس حسینؑ بند ہوجائیں؛ تعزیہ نہ بنائے جائیں؛ علم نہ اُٹھائے جائیں؛ سیّد الشہداءؑ عالم پر ماتم نہ کیا جائے؛ خود اُن کے جنازون پر تو اُن کی جوروئیں

بہنیں سر پیٹیں۔ اُن کے بھائی بند خاک اُڑائیں انکی اولاد نالہ زن ہوں انکے احباب گریبان چاک کریں۔ مگر حسینؑ مظلوم کے لئے جو یکتا شہید گذرا ہے۔ بندش کی جاتی ہے کہ ان کا ماتم نہ کیا جائے۔ ان پر گریہ و بکا نہ ہو۔ ان کا حال نہ بیان کیا جائے کیوں؟ اس لئے کہ ان کے بزرگان دین کا کچا چٹھا معلوم ہوتا ہے۔ اُن کے بانیان مذہب کا ظلم و جور خلق خدا پر واضح ہوتا ہے۔ ان کے پیرون کی کارروائی مخالفت اسلام میں کھلتی ہے۔ اُن کے مقتداؤں کی رسوائی مجمع عام میں ہوتی ہے۔

لیکن مجھے افسوس ہے اور ہر عاقل کو اس عقل پر افسوس ہونا چاہیئے۔ جو کسی ظالم کی طرفداری میں کسی مظلوم کی ہمدردی کو ترک کرے۔ یا کسی فاسق و فاجر اور بیدین کے لئے کسی مومن کامل ولی خدا یعنے ہادیٔ دین کا مخالف بنے۔

یزید اور اُس کے ماقبل و مابعد کے تمام ظالمین۔ فاسق و بیدین۔ اور حسین علیہ السلام ولی اللہ۔ پس ممکن نہیں کہ کوئی صاحب عقل یزید کے لئے حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دے اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنے سے مونہہ موڑے۔ لیکن یہ بھی خون حسینؑ مظلوم کی ایک تاثیر اور اُس کی قوت ہے جو ہر سال کے گیارہ مہینے گذر جانے پر عالم میں ظاہر ہوتی ہے اور عام دلوں میں ایک عظیم تحریک پیدا کرتی ہے۔ بس کچھ دل تو اُس سے متاثر ہو کر نالہ و شیون وغیرہ ادا ری میں مصروف ہو جاتے ہیں اور کچھ دل جو اوندھے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور جنمیں صلاحیت قبول اثر نہیں وہ دوسری طرح بلبلانے لگتے ہیں۔ کوئی اول فول بکنے لگتا ہے کوئی حسینؑ کی مخالفت میں بڑ مارنے لگتا ہے۔ کوئی چند ہفوات سے مملو کوئی رسالہ لکھ مارتا ہے۔ کوئی اخبار کے کالم کے کالم اپنے نوشتہ تقدیر کیطرح سیاہ کرنے لگتا ہے۔

چنانچہ سال گذشتہ مولوی عبدالہادی صاحب فرنگی محلی نے چند صفحون کا ایک مہمل رسالہ ممانعت تعزیہ داری میں شائع کیا ہے اور چاہا کہ اپنے اس فضول گوئی اور جگت بازی کے ذریعے عامہ ناس کو فریب میں ڈالیں لیکن اس سے کچھ بھی فائدہ نہوا۔ اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔

اس شخص کے رسالہ مفید مراسم محرم میں سوائے اسکے کچھ نہیں ہے کہ یا تو بدعت کو بیان کیا گیا ہے یا اپنے چند عالموں کے فتاوی کو منتل شاہ عبدالعزیز دہلوی

اور مولوی عبدالحی فرنگی محلی وغیرہ کے جنہوں نے ممانعت تعزیہ داری میں فتوی لکھے ہیں، درج کیا ہے۔ لیکن اس شخص کو یہی نہیں معلوم کہ بدعت کسے کہتے ہیں اور یہ کس چڑیا کا نام ہے۔ نہ اس شخص کو بدعت کی تعریف معلوم ہے اور نہ اس کا صحیح استعمال۔ اگر حسینؑ پر رونا اور ان کا ماتم برپا کرنا بدعت ہے تو کیا وجہ کہ تراویح بدعت نہو۔ جسے عمر صاحب نے رواج دیا۔ قرآن کے پارے رکوع اور منزل مقرر کرنا بدعت نہو جسے عثمان صاحب نے رائج کیا ہے۔ اور روز جمعہ عصر کی اذان کہنا بدعت نہو۔ جسے حضرت ثالث نے رواج دیا۔ تحریم متعۃ الحج اور متعۃ النسا بدعت نہیں۔ جو خلیفہ ثانی کی نشانی ہے۔ وغیرہ وغیرہ امور جنہیں خلفاء نے رائج کیا اور جو ان کے اولیات میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں بھی بکثرت مندرج ہیں۔ حالانکہ یہ سب امور بدعت میں سے ہیں جنکو ہرگز رسول اللہ نے جاری نہیں فرمایا اور نہ کبھی ان کا حکم دیا۔

بخلاف عزاداری حسین علیہ السلام کے کہ اسے رسول اللہ نے کیا۔ علیؑ ابن ابیطالب نے کیا۔ ام سلمہؓ نے کیا۔ ابن عباسؓ نے کیا وغیرہ جیسا کہ روایات سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوارون نے قبل شہادت امام حسین علیہ السلام کے ہی اُن پر گریہ فرمایا ہے اور اُن کے مصائب کا تذکرہ کیا گیا ہے اور صرف تذکرہ ہی نہیں بلکہ اس کو یاد کرکے بھی روئے ہیں اور دوسرون کو بھی رُولایا ہے۔

رہگیا یہ اعتراض کہ تعزیہ اور علم اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں اور اُس کی تعظیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "تعزیہ بنانا عقل سلیم کے بھی خلاف ہے کہ ایک چیز کی نقل بناکر اُس کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا جو اصل کے ساتھ چاہیئے"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی نقل بنانا اور اُس کی تعظیم کرنا بدعت اور حرام ہے تو نقش تبور رسول و خلفا بناکر تم لوگ کیون تعظیم کرتے ہو۔ اور کیون اُسے آنکھو نسے لگاتے ہو۔ نقشہ نعلین رسولؐ کو بناکر کیون بوسہ دیتے ہو اور اس کی تعظیم کرتے ہو۔ اپنے گھرون میں محفوظ رکھتے ہو۔ حالانکہ وہ بھی اصل نہیں ہیں بلکہ نقل ہیں پھر کیون نقل کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو اصل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

علاوہ اس کے کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے بنا کر اُس کی تعظیم کرنا حرام ہے تو پہلا **اعتراض** حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ پر ہے کہ اُنھوں نے کیوں خانۂ کعبہ کو اپنے ہاتھوں سے بنا کر اُسکی تعظیم کی اُس کا طواف کیا، اُس کا حج بجالائے وغیرہ وغیرہ۔ **دوسرا اعتراض** رسول اللہ پر ہے کہ مسجد مدینہ خود بنوائی اور اُس کو عبادتخانہ قرار دیکر اُس کی تعظیم و تکریم کی اور دیگر اشخاص کو بھی اس کی تعظیم کا حکم دیا۔ **تیسرا اعتراض** تمہارے سب علما پر ہے کہ وہ مسجدیں شہر شہر محلہ محلہ گاؤن گاؤن بنواتے پھرتے ہیں اور پھر اُسکی تعظیم کرتے ہیں۔ اگر محض اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو بنا کر اُسکی تعظیم کرنا حرام ہے تو یقیناً تم لوگون کا مسجدیں بنوا کر اُس میں عبادت کرنا اور ان کو معظم سمجھنا قطعاً حرام ہے اور تم سب اس بنیاد پر **بدعتی** ہوئے۔ اچھا آؤ یہی سہی آج سے تم مسجدون میں جانا اور ان کی تعظیم کرنا یا از سرِ نو مسجد کی تعمیر کرانا چھوڑ دو، ہم بھی تعزیہ بنانا اور اُسکی تعظیم کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتم
گو مشتِ خاکِ ما ہم بر باد رفتہ باشد

لیکن معلوم ہے کہ تم ایسا نہیں کروگے، کیونکہ یہ مسجدیں گویا نقل ہیں مسجد رسولؐ کی اور انہیں سمجھنا یادِ الٰہی کا ذریعہ ہے لہذا ہم بھی تعزیہ اور علم بنانا نہیں چھوڑ سکتے، اس لئے کہ یہ تعزیے نقل ہیں، ضریح مقدس اور روضۂ منورہ حسینؑ کی اور اُن کے اُس علم کی جو روزِ عاشورا ان کے بھائی ابوالفضل العباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا جس سے واقعۂ کربلا کی یاد تازہ ہوتی ہے اور معین بکا ہوتی ہیں جو قطعاً باعثِ ثواب ہے کیونکہ اس رونے میں تاسی ہے فعل رسولؐ و اصحاب کی اور ظاہر ہے کہ تاسی فعلِ رسولؐ و اصحابِ رسولؐ کی موجب عظیم ثواب کی ہے رہا یہ **سوال** کہ دوازدہ امام میں بھی بعد امام علیہ السلام کے کسی نے کبھی بھی یہ تعزیہ بنایا ہے اور تاشہ ڈھول اور مرثیہ بھی پڑھتے تھے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ چونکہ خلفائے جور بنی اُمیہ و بنی عباس کا تھا جو اصل قبر امام حسینؑ اور اُن کے روضہ ہی کو بار بار منہدم کرا دیتے تھے جب حضرت کا روضہ تیار ہوتا

اُسکو ڈھا دیتے جو زیارت کو جاتا اُسے قتل کرا دیتے۔ جو ان کا مرثیہ لکھتا یا پڑھتا تو اسکو جان سے مار ڈالتے! تو کیونکر ممکن تھا کہ یہ حضرات ایسے طاغی و جابر خلفا کے زمانے میں تعزیہ و علم بناتے اور اُسکے سامنے رکھکر نوحہ و ماتم کرتے۔ کیا خبر بناتے ہی ایسے خلفائے ظالمین اُنہیں فوراً ہلاک نہ کر ڈالتے! اور اُن کے گھروں کو منہدم نہ کرا دیتے؟

رہا تماشہ ڈھول اور باجہ اسپر تمہارا اعتراض محض بیجا ہے اس لئے کہ بانی اسکے تم ہی ہو تمہاری کتاب مشکوٰۃ شریف و ترمذی شریف و صحیح بخاری شریف میں اس قسم کی متعدد حدیثیں موجود ہیں کہ خود رسول اللہ تماشہ ڈھول سنتے اور ناچ دیکھتے بلکہ اپنی لاڈلی بیوی حضرت عائشہ کو بھی ناچ دکھاتے دیکھو حدیث شریف صحیح مسلم جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ نے بی بی عائشہ کو حبشیوں کا ناچ دکھلایا (احیاء العلوم باب تحلیل سماع و تحریمہ جلد ثانی) وفی صحیح مسلم وضعت راسی علی منکبیہ فجعلت انظر الی لعبہم حتی کنت انا الذی انصرفت "جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے شانے پر رسول اللہ کے سر رکھ لیا اور ان حبشیوں کا ناچ دیکھنے لگی (اور حضرت نے بالکل منع نہ کیا) یہاں تک کہ میں خود وہاں سے ہٹی" نیز صحیح بخاری و مسلم سے امام غزالی نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے:

"عن عائشہ رض ان ابابکرؓ دخل علیہا وعندھا جاریتان فی ایام منی تدففان وتضربان والنبی متغش بثوبہ فانتھرھما ابوبکر فکشف النبی عن وجھہ قال دعھما یا ابابکرؓ۔ یعنی عائشہ سے مروی ہے کہ ابوبکر ایک روز عائشہ کے ہاں گئے اُس وقت عائشہ کی خدمت میں دو کنیزیں تھیں ایام منیٰ میں کہ وہ دف بجا رہی تھیں اور ستار یا اور کچھ بجاتی تھیں اور رسول اللہ کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے تو ابوبکر نے اُن کنیزوں کو گانے بجانے سے منع کیا پس رسول اللہ نے کپڑے کو اپنے چہرے سے ہٹایا اور فرمایا کہ اے ابوبکر ان دونوں کو گانے دو " دعھما کا ترجمہ یہی ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو (یعنی کچھ تعرض نہ کرو) بلکہ اپنے کام (گانے) میں مصروف رہنے دو اس سے بڑھکر اجازت گانے بجانے کی کیا ہو سکتی ہے؟

پھر دوسری حدیث اسی کتاب میں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مرتبہ رسول اللہ آئے اور دو لڑکیاں میرے

پاس بیٹھی گارہی تھیں جو حبشیون کا راگ تھا۔ فاضطجع رسول اللہ علی الفراش
پس رسول اللہ یہ دیکھکر فرش پر لیٹ گئے۔ وحول وجہ۔ اور اپنا منہ اُس طرف
پھیر لیا اتنے میں ابو بکر آئے اور مجھ کو جھڑکا "وقال مضمار الشیطان عند رسول اللہ"
اور کہا ہائیں شیطان کا ستار رسول اللہ کے پاس بج رہا ہے۔ فاقبل علیہ رسول اللہ
وقال دعہما۔ پس رسول اللہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابی بکر، ان
لڑکیون کو گانے بجانے دو۔ جلد ثانی احیاء العلوم الغزالی ص ۱۳۷ مطبوعہ ایران
نیز اُسی کتاب میں روایت ہے کہ بی بی عائشہ فرماتی ہیں "لقد رأیت النبی یسترنی
لی بردائہ وانا انظر الی الحبشة یلعبون فی المسجد۔ دیکھا میں نے رسول اللہ کو کہ
آپ مجھ کو ایک چادر میں چھپا لیتے تھے اور میں حبشیون کے ناچ گانے کا تماشا
مسجد میں دیکھتی تھی۔"

بالجملہ بہت سی روایتون کے نقل کے بعد امام غزالی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ کل
حدیثیں صحیح یعنی صحیح بخاری ومسلم میں موجود ہیں اور یہ نص صریح ہیں اس بات
پر کہ غنا اور لعب (ناچ) حرام نہیں ہے اور ان احادیث میں کئی طرح کی اجازتیں
مذکور ہیں (۱) ایک ناچ کی اجازت اور معلوم ہے کہ حبشی لوگ ناچتے کودتے ہیں
اور اسی کو رسول اللہ نے جائز سمجھا ہے (۲) مسجد میں ان افعال کا واقع ہونا اس
بات کو بتاتا ہے کہ مسجد میں ناچنا حرام نہیں ہے (۳) حضرت کا یہ فرمانا کہ دونکم
یا بنی ارفدة۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ناچنے اور گانے بجانے کی
درخواست اُن سے کرتے ہیں (۴) چوتھے خلیفتین کو حضرت کا منع کرنا کہ گانے
بجانے والیون کو نہ روکیں (۵) دیر تک حضرت کا کھڑا رہنا اور خود تماشہ
دیکھنا (۶) عائشہ سے خود حضرت کا فرمانا کہ اے عائشہ کیا تمہیں خواہش ناچ
دیکھنے کی ہے (۷) اجازت گانے اور دف بجانے کی۔

پس جب آپ کی حدیثیں اور آپ کے امام غزالی دونون گانے بجانے کی
اجازت دیتے ہیں۔ تو آپ کو تماشہ پر کیا اعتراض ہے۔

علاوہ اس کے امام غزالی صاحب اُسی کتاب احیا میں گانے بجانے کے متعلق
تحریر فرماتے ہیں کہ گانا تو گانا ہی ہے "فان ضیف الیہ الطبل والشاہین وحرکات

الایقاع زود التاثیر" اگر گانے کے ساتھ طبل اور نفیری اور تال سُر بھی اضافہ کر دیے جائیں تو تاثیر اور زیادہ ہو جائے گی "وکل ذالک جائز" اور یہ سب باتیں جائز ہیں" معلوم ہوا کہ گانا بجانا۔ ڈھول تاشہ۔ بربط۔ عود۔ تعزیے سب کچھ اہلسنت کے ہاں جائز ہے اور جب عام طور پر مباح و جائز ہے تو دوسروں پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں؟ اور یہ جواب کہ امام حسین علیہ السلام سے چونکہ ہم کو عداوت ہے لہذا ان کے غم میں جو سامان کیا جاوے صرف اُسی کو منع کرتے ہیں باقی عام طور پر جتنے افعال شنیعہ ہوں وہ سب ہمارے نزدیک جائز ہیں تو اس کا کوئی جواب نہیں اور نہ یہ جواب عاقلانہ سمجھا جا سکتا ہے۔

باقی آئمہ علیہم السلام کا مرثیہ سننا یا مجلس عزا قائم کرنا مرثیہ پڑھوانا اور رونا تو اتنے طریقوں سے مروی ہے کہ اُن کا شمار بھی دشوار ہے امالی صدوق میں جناب صادق آل محمدؐ سے مروی ہے کہ آپ نے ابو عمارہ سے فرمایا

"یا اباعمارہ انشدنی فی الحسینؑ بن علیؑ قال فانشدتہ فبکا قال فو اللہ ما زلت انشدہ ویبکی حتی سمعت البکاء من الدار"۔ اے ابو عمارہ امام حسینؑ علیہ السلام کے متعلق مجھ شعر پڑھو۔ ابو عمارہ کہتے ہیں کہ میں نے شعر (مرثیہ) پڑھے تو آپ روئے پس قسم بخدا کہ میں برابر شعر پڑھتا رہا اور آپ روتے رہے۔ یہانتک کہ گھر میں سے رونے کی آواز میں نے سُنی یعنی اُن اشعار مرثیہ کو سُن کے آپ کے اہل حرم بھی رو دیے نیز بطریق شیعہ مروی ہے کہ ابو ہارون مکفوف کہتے ہیں کہ میں خدمت ابو عبداللہ صادقؑ میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ مرثیہ امام حسین علیہ السلام کا پڑھو میں نے شعار پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کے اشعار پڑھو کہ گویا تم حضرت کی قبر کے سرہانے کھڑے ہوئے پڑھ رہے ہو۔ اُس وقت میں نے یہ شعر پڑھا ؎

مرر علی جدث الحسینؑ بکربلا ؛ فقل لاعظمہ الزکیہ ؛

کربلا میں جو حسینؑ کی قبر ہے اُس طرف سے ہو کر گذرو اور انکی مقدس ہڈیوں کو پیغام دے۔ یہ سُنکر حضرت بہت روئے اور میں چپ ہو رہا۔ آپ نے فرمایا اور پڑھو میں نے اور پڑھا۔ پھر فرمایا اور زیادہ پڑھو اور زیادہ پڑھو تب میں نے یہ شعر پڑھا ؎ مریم اقومی واندبی مولاک ؛ وعلی الحسینؑ فاسعدی ببکاک

اسے سنکر آپ بھی روئے اور پس پردہ سے بیبیوں کے رونے کی بھی آواز بلند ہوئی۔ اسیطرح دیگر آئمہ علیہم السلام کا مرثیہ پڑھوانا اور اُسے سنکر رونا اور مجلس عزا قائم کرنا احادیث فرقہ شیعہ میں مذکور ہے۔ جس سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا۔ ہاں سنّی صاحبان نے کم اسے نقل کیا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ سنی صاحبان کو ہمارے آئمہ طاہرین کے اقوال سے چندان تعلق ہی نہ تھا وہ کیوں ان کی احادیث کو نقل کرتے۔ البتہ شیعوں کو چونکہ اُن سے قدرتی لگاؤ ہے۔ اس لئے ان لوگوں نے مجالس آئمہ طاہرین اور ان کے گریہ و بکا کو امام حسین علیہ السلام پر بکثرت نقل کیا ہے۔ جس سے ان کی کتب احادیث مثل امالی صدوق۔ امالی طوسی۔ بحار الانوار وغیرہ مملو ہیں۔

اسے جانے دیجئے سنیوں نے کیا کم مرثیے کہے ہیں اور امام حسین علیہ السلام پر نوحہ خوانی کی ہے اگر ہمارے آئمہ طاہرین کا فعل نہ مانیں اور ان کے اقوال کو یہ لوگ سند نہ بھی جانیں تو اپنے ہی علما کے اقوال پر عمل کریں۔ آخر امام شافعی کون تھے۔ عقبہ بن عمیق سہمی کون تھا۔ جوہری کون گذرا ہے۔ ان سب کے مرثیے امام حسین علیہ السلام کے غم میں کتب تواریخ میں مندرج ہیں۔

امام شافعی کا وہ مرثیہ جس کا پہلا شعر یہ ہے

تاوہ قلبی والفواد کئیب ٭ وارّق نومی فالسّہاد عجیب

مشہور ہے اور کتب سیر میں مسطور عقبہ بن عمیق سہمی کا مرثیہ جسکا پہلا شعر یہ ہے کتب سیر میں پڑھو۔ ؎ اذا العین قرت فی الحیات و انتم ٭ تخافون فی الدنیا فاظلم نورھا ٭ جوہری کا مرثیہ جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

عاشور نادی الا لہفی علی الدین ٭ خذوا عدادکم یا آل یٰسین

سیر میں موجود ہے۔ پھر اس قدر شور و غل کرنے اور مرثیہ امام حسین علیہ السلام اور ان کی مجالس قائم کرنے کو منع کرنے سے کیا فائدہ سوائے اس کے کہ اپنے ہی علماء کی اس میں رد ہوتی ہے جو سابقاً گذر چکی ہیں۔

مرثیہ کہنے اور پڑھنے کا جواز بھی احادیث اہلسنت سے ثابت ہے اور نیز اقوال علمائے سنیہ سے چنانچہ واقدی نے لکھا ہے کہ جب اصحاب

المحرم مع سرِ امام حسین علیہ السلام مدینہ میں پہونچے (یعنی ملک شام سے واپس
ہوکر) تو ہر گھر و مہ اہل مدینہ میں سے روتا سر پیٹتا نکلا، جناب فاطمہ بنت عقیل
نے یہ مرثیہ پڑھا۔ اور معلوم ہے کہ فاطمہ بنت عقیل اگر صحابیہ نہیں ہیں تو
تابعیہ ضرور ہیں تو پس کیونکر ممکن ہے کہ ان سے کوئی ناجائز فعل سرزد ہو۔
خصوصاً جبکہ تعلیم یافتہ امیر المومنینؑ ہیں، امام حسین علیہ السلام کی بہن بھی ہیں۔
مرثیہ یہ ہے:

عینی ابکی بعبرة و عویل	و اندبی ان ندبت آل الرسول
تسعة کلهم لصلب علیؑ	قد اصیبوا و خمسة لعقیل

الی آخر الاشعار۔ ان اشعار کو ابن عبد البر نے استیعاب میں نقل کیا ہے۔
(ینابیع المودۃ قندوزی حنفی ص ۲۷۵ مطبوعہ بمبئی)

سلیمان بن یسار راوی ہے کہ اس زمانے میں ایک پتھر ملا، جس پر
یہ اشعار مرثیہ کے لکھے ہوئے تھے ؎

لا بد ان ترد القیامة فاطم	و قمیصها بدم الحسینؑ ملطخ
ویل لمن شفعاته خصمائه	والصور فی یوم القیامة ینفخ

ضرور ہے کہ قیامت کے دن جناب فاطمہ علیہا السلام اس طرح تشریف لائیں
کہ قمیص آپ کی خونِ حسینؑ سے بھری ہوئی ہو وائے ہے اس قوم پر جسکی
شفاعت کرنے والی ہی اس کی مخالف ہو جائیں۔ ایسی حالت میں کہ قیامت کا
صور پھونکا جا رہا ہو۔ ۱۲ منہ (ینابیع المودۃ ص ۲۷۵)

حافظ جمال الدین زرندی نے اپنی کتاب معارج الوصول میں امام شافعی کا
مرثیہ نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے ؎

و مما نفی نومی و شیب لمتی	تصاریف ایام لهن خطوب
تزلزلت الدنیا لآل محمد	و کادت لهم صم الجبال تذوب
فمن مبلغ عنی الحسینؑ رسالة	وان کرهتها انفس و قلوب
قتیل بلا جرم کان قمیصه	صبیغ بماء الارجوان خضیب

جس چیز نے میری نیند کو کھو دیا اور میری زلفوں کو سفید کر دیا وہ زمانہ کی گردشیں

ہیں، جن میں مصائب ہیں۔ دُنیا آلِ محمد کی وجہ سے زلزلے میں آگئی۔ اور قریب ہوا کہ ٹھوس پہاڑ تک پگھل جائیں۔ کون ہے جو میری طرف سے حسینؑ کو پیغام پہونچا دے۔ اگرچہ یہ پیغام دیگر قلوب اور نفس کو ناگوار ہی ہو کہ اے حسینؑ تو وہ قتیل بلا جرم ہے گویا کہ تیری قمیص آبِ ارغوان سے رنگین کی گئی ہے ۱۲ منہ

علامہ سبط بن الجوزی نے ابن بہاریہ کا یہ مرثیہ امام حسین علیہ السلام کے غم میں روایت کیا ہے۔

احسینؑ المبعوث جدک للہدی	قسماً یکون الحق عنہ یسائل
لو کنت شاہد کربلا لبذلت فی	تنفیس کربک جہد بذل الباذل

اے حسینؑ جس کا نانا ہدایت کے لئے مبعوث ہوا تھا قسم بخدا کہ پروردگار عالم اس امر کا سوال کریگا (کیونکہ حسینؑ بے وجہ شہید کیا گیا)۔ اگر میں کربلا میں موجود ہوتا تو تمہاری مصیبت کے دفع کرنے میں جس طرح کی کوشش چاہیے تھی صرف کرتا۔ ۱۲ منہ

علامہ ابن عبد البر صاحب استیعاب نے سلیمان بن قتہ کے یہ اشعار مرثیہ امام حسین علیہ السلام میں نقل کئے ہیں۔ ؎

مررت علی ابیات آل محمد	فلم ارہا امثالہا یوم حلت
وان قتیل الطف من آل ہاشم	اذل رقاب المسلمین فذلت
الم تر ان الارض اضحت مریضۃ	لفقد الحسینؑ والبلاد اقشعرت
وقد ابصرت تبکی السما لفقدہ	وانجمہا ناحت علیہ وصلت
وکانوا لنا غنیا فعادوا رزیۃ	لقد عظمت تلک الرزایا جلت

میں خانہ ہائے آل محمدؐ کی طرف سے ہو کر گذرا تو ویسا نہ پایا جیسے وہ آبادی کے وقت میں تھے۔ بیشک قتیل طفِ کربلا نے جو آل ہاشم سے تھا، مسلمانوں کی گردنوں کو ذلیل کر دیا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین مریض ہوگئی حسینؑ کے نہونے سے اور اہلِ بلاد کے جسموں پر رونگٹے کھڑے ہوگئے آسمان کو دیکھا گیا کہ وہ حسینؑ کے قتل ہونے پر رویا اور اُس کے ستاروں نے

نوحہ کیا اور ان پر صلوات بھیجی۔ آلِ ہاشم ہمارے لئے پناہ تھی۔ اور اب وہ مصیبت ہو گئی۔ بیشک یہ مصیبت نہایت عظیم و جلیل ہے۔

پس جبکہ ایسے ایسے لوگوں نے امام حسین علیہ السلام پر مرثیے کہے اور پڑھے تو مولوی عبد الہادی کو کیا حق ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام پر مرثیہ پڑھنے کو منع کریں۔ اور انہیں کوئی کس شمار و قطار میں لائیگا۔

گریہ و بکا کا جواز تو فعل رسولؐ ہی سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے سابقاً لکھ دیا کہ حسینؑ پر رسول اللہ روئے۔ علیؑ روئے۔ ام سلمہؓ روئیں۔ فاطمہؑ روئیں۔ ابن عباسؓ روئے اور آپ کے امام حسن بصری تو اس قدر روئے کہ انکی کنپٹیوں میں دھڑکن پیدا ہو گئی۔

چنانچہ ینابیع المودۃ ص ۲۷۶ میں ہے "قال الزہری لما بلغ الحسن البصری خبر قتل الحسینؑ بکی حتے اختلج صدغاہ" وغیرہ وغیرہ۔

تو پھر اس گریہ و بکا کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے بجز تعصب کے نہ۔ تو اس تعصب کو مانتا کون ہے۔

نوحہ خوانی کا جواز بھی فعل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے چچا حمزہؓ کی شہادت پر خواہش کی کہ کوئی ان پر نوحہ کرے۔ چنانچہ عوراتِ مدینہ جمع ہوئیں اور جناب حمزہؓ پر نوحہ وزاری کی علاوہ اس کے آپ کی کتابوں میں امام حسین علیہ السلام پر جنوں کا نوحہ کرنا اور جناب ام سلمہؓ کا سننا مذکور ہے اور کسی نے بھی اس کو رد نہیں کیا ہے۔

(دیکھو کتاب ینابیع المودۃ ص ۲۹۴ مطبوعہ بمبئی) کیا اُس وقت امام حسین علیہ السلام پر نوحہ کرنا جائز تھا اور اب اس دور میں حرام ہو گیا۔ اگر ایسا ہے تو دلیل مرحمت فرمائیے تاکہ معلوم ہو کہ آپ کس طرح سے اس کی حرمت کے قائل ہیں۔

لیکن معلوم ہوا کہ آپ کے پاس کوئی دلیل ان امورِ مذکورہ کے حرام ہونے کی نہیں ہے۔ سوائے زبانی دعوے کے۔ لہٰذا

مولوی عبدالہادی کا دعویٰ ڈسمس کیا جاتا
ہے ۔ اور شیعیان علیؑ و حسینؑ کو ڈگری دی جاتی
ہے ۔ کہ جس طرح وہ سابقاً عزاداری حسینؑ کرتے تھے اسی
طرح آئندہ بھی قائم رکھیں اور ایسے ایسے لوگوں کے بکنے کی بالکل
پروانہ کریں ۔ کیونکہ اس کی بنا محض تعصب پر ہے اور عزاداری حسینؑ
کی بنیاد عین دینداری اور حق پرستی پر ۔

یرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین لیحق الحق ویبطل
الباطل ولو کرہ المجرمون ۔ ہذا آخر الکلام فی ہذا المقام واللہ
المستعان فی کل مقصد ومرام ۔ والہادی الی طریق الہدایۃ
وسبیل السلام فلہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ والصلوٰۃ علی النبی
وعترتہ الطاہرۃ ۔ ۔ ۔

انا الاحقر محمد ہارون غفر اللہ لہ یوم لا ینفع مال ولا
بنون ۔

حررہ فی السادس من شعبان ۱۳۳۲ھ

تمت بالخیر